محی السُّنَّہ

حضرت مولانا شاہ محمد ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

از

سعید الملّت حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہ العالی

خلیفہ حضرت محی السنہ رحمۃ اللہ علیہ

پرنام بٹ (ٹمل ناڈو)

طباعت باہتمام

ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

خواجہ باغ، نزد پدماوتی گرلز کالج، حیدرآباد

Phone: +91 40 24070681

از

سعید الملت حضرت مولانا مفتی محمد سعید احمد صاحب مدظلہ العالی

خلیفہ حضرت محی السنہ رحمۃ اللہ علیہ

پرنام بٹ (ٹمل ناڈو)

طباعت باہتمام

ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

خواجہ باغ، نزد پدماوتی گرلز کالج، حیدرآباد۔فون:24070681

نقوش کتاب

نام کتاب : نقوش و تاثرات

مصنف : سعید الملت حضرت مولانا مفتی محمد سعید احمد صاحب مدظلہ العالی

صفحات : ۴۸

طباعت : عائشہ آفسیٹ پرنٹرس
سیلر۔متصل مسجد رضیہ، روبرو فائر اسٹیشن، جدید ملک پیٹ، حیدرآباد۔۳۶
فون: 24513095 040 91+، 9391110835

زیرنگرانی : ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

خواہشمند حضرات ......

آندھراپردیش میں : 9848097866 پر مولانا محمد عبدالقوی صاحب سے

تمل ناڈو میں : 04171-230066 پر جناب مولانا رشید احمد صاحب مظاہری سے

اترپردیش میں : مجلس دعوۃ الحق ہردوئی سے

...... اس کتاب کیلئے ربط پیدا کرسکتے ہیں۔

فہرست مضامین

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات جل جلالہٗ

کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تری چوکھٹ پہ سر اپنا

الٰہی اپنی رحمت سے تو کر دے باخبر اپنا
نہ انجم ہیں ہمارے اور نہ یہ شمس و قمر اپنا

سوا تیرے نہیں ہے کوئی میرا سنگِ در اپنا
کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تری چوکھٹ پہ سر اپنا

خداوندا محبت ایسی دے دے اپنی رحمت سے
کرے اختؔر فدا تجھ پر یہ دل اپنا جگر اپنا

میں کب تک نفس دشمن کی غلامی سے رہوں رسوا
تو کر لے ایسے ناکارہ کو پھر یارِ دگر اپنا

چُھڑا کر غیر سے دل کو تُو اپنا خاص کر ہم کو
تو فضل خاص کو ہم سب پہ یارب عام کر اپنا

بہ فیضِ مُرشدِ کامل تو کر دے ہنس زاغوں کو
کہ وقفِ خانقاہِ شیخ ہے قلب و جگر اپنا

تغافل سے جو کی توبہ تو ان کی راہ میں اختؔر
ہمہ تن مشغلہ ہے ذکر کا شام و سحر اپنا

فیضانِ مدینہ ہے یہ فیضانِ مدینہ

ساحل سے لگے گا کبھی میرا بھی سفینہ — دیکھیں گے کبھی شوق سے مکہ و مدینہ

مومن جو فدا نقشِ کفِ پائے نبی ہو — ہو زیرِ قدم آج بھی عالم کا خزینہ

گر سُنّتِ نبوی کی کرے پیروی اُمّت — طوفاں سے نکل جائے گا پھر اس کا سفینہ

یہ دولتِ ایماں جو ملی سارے جہاں کو — فیضانِ مدینہ ہے یہ فیضانِ مدینہ

جو قلب پریشاں تھا سدا رنج و الم سے — فیضانِ نبوت سے ملا اس کو سکینہ

جو درد محبت کا ودیعت تھا ازل سے — مومن پہ ہُوا کشف وہ مدفون خزینہ

اے ختمِ رُسل کتنے بشر آپ کے صدقے — ہر شر سے ہُوئے پاک بنے مثلِ نگینہ

خالی جو تھا انوارِ محبت کی رمق سے — اک آگ کا دریا سا لگے ہے وہی سینہ

صدقے میں ترے ہو گیا وہ رہبرِ اُمّت — جو کفر کی ظلمت سے تھا اِک عبدِ کمینہ

اے صلِّ علیٰ آپ کا فیضانِ رسالت — جو مثلِ حجر تھا وہ ہُوا رشکِ نگینہ

جو ڈوبنے والا تھا ضلالت کے بھنور میں — اب رہبرِ اُمّت ہے وہ گمراہ سفینہ

جو کفر کے ظلمات سے تھا ننگِ خلائق — ہے نورِ ولایت سے منور وہی سینہ

اخترؔ کی زباں اور شرفِ نعتِ محمدؐ

اللہ کا احسان ہے بے خون و پسینہ

ؐ صلی اللہ علیہ وسلم

باسمہ تعالیٰ

ابتدائیہ

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ **محمد ابرار الحق** صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے نابغۂ روزگار شخصیتوں میں سے ایک عظیم المرتبت شخصیت تھے، یہ صحیح ہے کہ حکیم الامت **مولانا اشرف علی تھانویؒ** کے چمن کے سب ہی پھول سدا بہار و مشکبار تھے، لیکن حضرت محی السنۃ علیہ الرحمہ کی شان ان میں ایک منفرد نوعیت کی شان تھی، ان پر اپنے شیخ کی تعلیم و تلقین کے انداز کی ایک ایسی چھاپ تھی کہ دونوں کے دیکھنے والوں نے انہیں اپنے پیر و مرشد کا ''عکس جمیل'' قرار دیا تھا، چنانچہ مولانا ظہور الحسن کسولویؒ کا یہ فرمانا کہ ''جسنے حکیم الامتؒ کو نہیں دیکھا وہ ہردوئی جا کر مولانا ابرار الحق صاحب کو دیکھ لے'' اسی طرح ان کی ایک مجلس کا رنگ دیکھ کر اور ان کی باتوں کو سن کر فقیہ اعظم مفتی محمد شفیعؒ کا یہ ارشاد کہ ''آج کانوں میں ان باتوں کی آواز آرہی ہے جو ہم تھانہ بھون میں سنا کرتے تھے'' - اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت محی السنۃؒ نے اپنے مربی و مرشد حضرت حکیم الامتؒ کے مسلک و مشرب کو اتنا اپنے اندر جذب کر لیا تھا کہ گویا ان کے رنگ میں رنگ گئے تھے، اور ان کا ایک عکس جمیل بن گئے تھے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں حسن ظاہر، رعب و دبدبہ، اور جاہ و جلال بھی بلا کا عطا فرمایا تھا، سیرت و کردار، اخلاق و عادات، نظم و انتظام اور حسن معاشرت و معاملت میں بھی ید طولیٰ نصیب فرمایا تھا۔ لوگوں نے اگر چہ کہ — نادانستہ یا دانستہ طور پر — انہیں سخت مزاج اور نعوذ باللہ! تشدد پسند مشہور کر رکھا تھا مگر قریب سے انہیں دیکھنے، اور صحبت میں کچھ وقت گذارنے والا ہر شخص گواہی دے گا کہ ان کی طبیعت نہایت ہی نرم خو، ہمدرد و غمگسار، شفیق

ومہرباں تھی، ہاں! حسن انتظام اور آداب معاشرت کی خلاف ورزی انہیں کسی طرح گوارا نہ تھی اور اس کی بروقت اصلاح و درستگی کو لازمی وضروری سمجھتے تھے۔ جبکہ وہ خود بھی عملاً ان امور کا نہایت درجہ اہتمام فرمایا کرتے اور حقوق وحدود کی پوری رعایت رکھتے تھے، جبکہ یہ بات تو ایک خوبی بلکہ حاصل اخلاق نبوی ہے، جیسا کہ حکیم الامتؒ نے خود فرمایا ہے "تمام احادیث کے تتبع سے پتہ چلا کہ اخلاق کا خلاصہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ ہم سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے"۔ یہی خوبی حضرت محی السنہؒ نے تھانہ بھون میں سیکھی تھی، اور یہی خوبی وہ چاہتے تھے کہ اپنے تمام متعلقین اور حاضرین میں پیدا ہو جائے۔ اسی حسن انتظام اور حسن اخلاق کو غفلت و بے احتیاطی کے خوگروں نے سخت مزاجی اور تشدد سے تعبیر کر دیا۔ فَيَا حَسْرَةً عَلَيْهِمْ وَيَا لَلْعَجَبُ! تفصیل کا یہ موقعہ نہیں اور اظہار کا سلیقہ بھی نہیں! ورنہ شخصی تجربات اور ذاتی واقعات کی روشنی میں اس عالی مرتبت ہستی کے اخلاق عالیہ، تواضع حقیقی، ہمدردی وغمگساری، احساس ذمہ داری، رقت قلبی، حفظ مراتب وادائے حقوق غرض ان کی مسنون زندگی کی نورانی جھلک — جو اس دور میں ان کا مابہ الامتیاز تھی — ذرا تفصیل واطناب سے پیش کرنے کو اور بار بار پڑھنے سننے کو جی تڑپ رہا ہے، کاش! کہ اللہ پاک مستقبل میں اس نازک کام کو سہل فرما کر کبھی میرے قلب وقلم کو یارائے اظہار نصیب فرماویں۔ آمین۔

بہر حال یہ رسالہ "نقوش وتاثرات" میرے مربی وشیخ ثانی، سعید الملّت، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہٗ کے قلم مبارک سے حضرت محی السنہؒ کی یاد میں مرتب شدہ ایک مضمون پر مشتمل ہے۔ جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے غم سے نڈھال وبدحال دل کے تاثرات کا نتیجہ ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کا حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے جس درجہ کا تعلق تھا، آج اسی درجہ اس کے دل ودماغ حیراں وماتم کناں ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ عقلی طور پر "رحمٰن ورحیم" کے ہر فیصلہ پر سر تسلیم خم، اور "حاکم وحکیم" کی ہر تقدیر پر رضا وتفویض مسلّم ہے۔

صاحب تحریر حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ بھی حضرت محی السنہؒ کے جاں نثار وعاشق زار

متوسلین میں سے ہیں۔ حضرتؒ نے آپ کو اور آپ کے برادر خورد مولانا محمد اسعد صاحب مدظلہما کو اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا تھا، اہل تعلق کی طلب پر حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ العالی نے یہ ''نقوش وتاثرات'' قلمبند فرادئے ہیں۔ ان نقوش وتاثرات میں ناظرین باتمکین کیلئے ''تذکیر وموعظت'' اور ''عبرت ونصیحت'' کا بہت کچھ سامان موجود ہے۔ اسی کے مدنظر احباب خاص نے اس مضمون کی طباعت واشاعت کا اہتمام بھی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ کو جزائے خیر عطا فرماویں اور امت کو حضرت محی السنۃ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے سبق سیکھنے اور حضرت کے تیار کردہ اور اجازت فرمودہ بزرگان موجودہ سے کماحقہٗ استفادہ کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین

یکے از خدام

(محمد عبد القوی غفرلہٗ)

۲۷؍رجب المرجب ۲۶ھ یوم الخمیس

نوٹ: حضرت مدظلہم کے مضمون کے درمیان بعض عبارات واشعار کا اردو ترجمہ جو حاشیہ میں ہے وہ احقر کے قلم سے ہے۔ اہل علم حضرات اس میں جو سقم محسوس فرماویں اس کو احقر کی کوتاہ علمی پر محمول فرماویں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحدیثِ نعمت

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے پایاں احسان وکرم ہے کہ اس نے مجھے خضر طریقت، جامع الکمالات، بقیۃ السلف، آیۃ من آیات اللہ، محی السنۃ، عارف باللہ، سیدی ومرشدی ومربی، حضرت اقدس مولانا الشاہ السید محمد ابرار الحق صاحب حقی ہردوئی قدس اللہ سرہم سے وابستگی وتعلقِ اصلاحی کی دولت عطا فرمائی۔

تحدیثِ نعمت کے طور پر یہ بتادینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ الحمد للہ اس ناکارہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ایسے پاکیزہ ماحول میں نشو ونما پانے کا موقع عطا فرمایا کہ جہاں ہر لحہ حضرات اکابر امت کے ارشادات واحوال کا تذکرہ دل ودماغ کی جلاء بخشی کا کام دیتا تھا۔ میرے والد محترم، یادگار سلف، عارف باللہ، حضرت مولانا الشاہ مفتی محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا اصلاحی تعلق اولاً حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ سے رہا، پھر حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی وساطت سے حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ سے بھی بذریعہ خط تبرکاً "بیعت" کا شرف حاصل ہوا، حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے وصال اور تقسیم ہند کے بعد جب حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ پاکستان تشریف لے گئے اور مکاتبت اصلاحی میں رکاوٹیں درپیش ہونے لگیں تو خود حضرت مفتی اعظمؒ کے حکم ومشورہ پر حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ نے اپنا اصلاحی تعلق، مصلح الامت حضرت مولانا الشاہ محمد وصی اللہ صاحب الٰہ آبادیؒ سے قائم فرمایا اور پھر بفضلہٖ

تعالیٰ دونوں حضرات اکابرین رحمہما اللہ یعنی حضرت مصلح الامت علیہ الرحمۃ ومفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے یکے بعد دیگرے حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ کو خلافتِ بیعت وارشاد سے بھی نوازا وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

میرا گھریلو ماحول

چونکہ میرے والد ماجد علیہ الرحمۃ، حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ کے سچے عاشق، حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی خدمت وفیض صحبت کی سعادتوں سے مالا مال، اور اکابر دیو بند ومسلک حضرت تھانویؒ کے جانثار ہی نہیں مثالی نمونہ بھی تھے، اچھی صحبت وماحول کا اچھا اثر ہر خرد وکلاں پر ضرور ہوتا ہی ہے۔ چنانچہ اس نا کارہ نے بفضل خدا جس دینی ماحول میں آنکھ کھولی وہ مذکورہ بالا ماحول تھا، بچپن کے لاشعوری دور کی وہ باتیں آج بھی ذہن میں الحمد للہ ”نقش کالحجر“ ہیں جو حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ عقائد، توحید، سنت کی بنیادی معلومات، قبر کے حالات، برزخ کے حالات، جنت ودوزخ کے واقعات کے حوالے سے مجھے بتایا کرتے تھے۔ یہ وہ اساسی مایۂ ناز سرمایہ تھا جس پر بعد کے اکتسابی علوم کی عمارت کھڑی ہوئی۔ عقائد واحکام سے متعلق معلومات کی طرح اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کے واقعات بالخصوص حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ کی زندگی کے مبارک حالات بھی حضرت والد صاحبؒ ہم اہل خانہ کو سنایا کرتے تھے، نیز میں بچپن میں یہ بھی دیکھا کرتا تھا کہ حضرت والد ماجدؒ ہر جمعہ کو قبل العصر قریبی رشتہ دار عورتوں کو اپنے مکان میں جمع فرما کر تھوڑی دیر انہیں وعظ ونصیحت فرمایا کرتے تھے، اس کا بھی ایک عرصہ تک معمول رہا، اور مجھے یہ بھی یاد ہے کہ گھر میں اگر کوئی بیمار ہوگیا تو حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ اپنے شیخ حضرت مصلح الامت الٰہ آبادی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بغرضِ دعاء خط لکھا کرتے تھے۔ یہی نہیں! میری عمر ابھی بارہ تیرہ سال کی رہی ہوگی تب ہی مجھ کو حضرت مصلح الامت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں اصلاحی خط بھیجنے کا حکم فرمایا بلکہ اس کا ایک مختصر مضمون بھی حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ نے تیار کر کے دیا، احقر نے اس کو نقل کر کے خط الٰہ آباد کو بھیج دیا، اس

واقعہ کے دو ہی سال بعد جب حضرت مصلح الامت الٰہ آبادیؒ (بغرض تبدیلیٔ آب وہوا) بمبئی تشریف لائے اور ڈیڑھ دو ماہ بمبئی میں آپ کا قیام تجویز ہوا تو حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ نے حضرتؒ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا اور اس ناکارہ کو بھی اپنے ہمراہ بمبئی لے گئے اس وقت الحمدللہ براہ راست حضرت مصلح الامت علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے سعادت بخشی، پھر اس کے بعد دوسرے وتیسرے سال بھی اس ناکارہ کو حضرت والد محترم علیہ الرحمۃ کے ہمراہ حضرت مصلح الامت الٰہ آبادیؒ کی خدمتِ بابرکت میں قیامِ بمبئی کے دوران کبھی پورے ایک ماہ کبھی اُس سے بیش وکم حاضر رہنے کا موقع اللہ رب العزت نے عطا فرمایا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ[1]

والد ماجدؒ کا وصال اور میرا حال

۱۹۸۰ء میں میرے والد ماجد علیہ الرحمۃ کا وصال ہوگیا (اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ) یہ حادثۂ جانکاہ میرے لئے کوئی معمولی حادثہ نہ تھا۔ لیکن صبر وضبط کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا بموجبِ حدیث پاک "اِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ" موت سب سے زیادہ گھبرا دینے والی چیز ہے، ایسے مواقع پر یہ گھبراہٹ وسراسیمگی فطری چیز ہے مگر حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ ہی کی دعاء وتربیت کی برکت سے سمجھئے کہ اللہ پاک نے صبر وتحمل بھی عنایت فرمایا، لیکن مجھے اس وقت پہلی مرتبہ اندازہ ہوا کہ حزن وملال اور رنج وغم کسے کہتے ہیں؟ اور اللہ رب العزت نے اس پر "صبر" کی اتنی عظیم الشان "جزا" کیوں رکھی ہے؟ چنانچہ حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ کے وصال نے میری آنکھیں کھول دیں، حقیقت میں اصلاحِ نفس وتہذیبِ اخلاق کے سلسلہ میں "تلاش مرشد" کی صحیح فکر اب میرے اندر ایسی دامنگیر ہوئی کہ طبیعت بے چین ہوگئی، اور رہ رہ کر حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کے پوتے کا مشہور واقعہ مجھے یاد آنے لگا کہ جب تک حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ حیات تھے

---

[1] یہ شرف، ذاتی صلاحیت کا نتیجہ نہیں ہوتا تاوقتیکہ خدا تعالیٰ نصیب نہ فرمائے۔

ان کو اس بات کی مطلق فکر نہ ہوئی کہ ساری دنیا میرے دادا صاحب سے جو روحانی دولت لے جا رہی ہے وہ میں بھی حاصل کر لوں، بلکہ وہ شیخ زادگی کے چکر میں مست رہے اور اس نقطۂ نظر سے دادا کی طرف رجوع ہو کر اپنے نفس کی اصلاح کی چنداں فکر نہ ہوئی، جب حضرت شیخ (دادا صاحبؒ) کا انتقال ہو گیا تو اب انہیں ہوش آیا کہ خدایا! میں بھی کیسا بدنصیب ہوں کہ گھر میں اتنی بڑی دولت کے رہتے ہوئے بھی تہی دست کا تہی دست ہی رہ گیا۔ چنانچہ اسی طرح حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ کے بعد ان کی جیسی پابند شریعت وطریقت وقابلِ رشک زندگی گذارنے کا داعیہ میرے دل کے اندر بھی شدت اختیار کر گیا اور دل کی بے چینی بڑھتی گئی، مگر اب کیا کیا جائے ؟ واقعی یہ حقیقت ہے کہ طلب، صادق ہو تو دل کی نیک تمنائیں اپنے لئے منزل کا صحیح راستہ بھی خود ہی تلاش کر لیتی ہیں، چنانچہ اسی فکر و غم، اور پیچ وخم کے دوران میرے عمِ محترم، سیّدی واستاذی حضرت مولانا مفتی نثار احمد صاحب قاسمیؒ (خلیفۂ حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ) کے حکم اور میرے تایا زاد بھائی، حضرت محترم مولانا حکیم محمد امین صاحبؒ (خلیفۂ حضرت والا محی السنۃ علیہ الرحمۃ) کے مخلصانہ مشورہ نے مجھے ''دامنِ ابرار'' سے وابستہ کر کے مرادوں کے بر آنے کا سامان مہیا کر دیا۔

حضرت محی السنہ کی پہلی زیارت

یہ ناکارہ، اپنے حضرت والا ''محی السنۃ'' علیہ الرحمۃ کو آج سے کوئی سینتیس یا اڑتیس سال قبل پہلی مرتبہ (کرلا) بمبئی میں اس وقت دیکھا تھا جب کہ حضرت والاؒ، حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادیؒ کی مجالس میں تشریف لایا کرتے تھے، اس وقت ماشاء اللہ ہمارے حضرت محی السنۃ کی عمر مبارک کم اور صحت بہت عمدہ تھی، انتہائی حسین وخوب رو تھے، موتی کی طرح صاف ستھرے اور چمکتے ہوئے دانت، ناک بلندی مائل، آنکھیں بڑی خوبصورت، دراز پلکیں، ابرو کے بال گنجان، کشادہ پیشانی، سر مبارک پر سیاہ عمامہ اور چہرہ پر سیاہ داڑھی اور اس پر نور تقویٰ و پرہیز گاری سے ہمارے حضرت والا سراپا حسن و جمال، اور خوبصورتی کے پیکر نظر آتے تھے۔ غالباً ان دنوں ہمارے حضرت

والا کا چند دن کیلئے بمبئی میں کسی جگہ قیام تھا، حضرت مصلح الامتؒ کی مجلس کے مقررہ وقت پر حضرت والاؒ اپنے چند مخصوص متعلقین ومحبین کے ہمراہ بذریعہ کار تشریف لاتے اور حضرت مصلح الامت علیہ الرحمۃ کے بالکل سامنے حاضرین ومریدین کے صف میں شامل ہوکر باادب بیٹھا کرتے تھے۔

مجالس مصلح الامتؒ کا رنگ

مشہور ہے کہ حضرت مصلح الامتؒ کی مجلسیں حکیم الامت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ کے مجالس کا نمونہ تھیں۔ان مجلسوں میں بارہا میں نے دیکھا کہ حضرت مصلح الامت علیہ الرحمۃ اپنے اجلۂ خلفاء ـــــ جیسے میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب علیہ الرحمۃ، میرے محترم چچا حضرت مولانا الشاہ فضل الرحیم علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب جونپوری علیہ الرحمۃ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جامی علیہ الرحمۃ وغیرہم ـــــ کے سروں پر از راہِ اصلاح وتربیت غلبۂ حال میں اپنے دستِ مبارک سے زور سے تھپکتے ہوئے یوں فرمایا کرتے تھے کہ "انہیں مولویوں نے عوام کا ناس کررکھا ہے" وغیرہ اور اس تھپکنے ڈانٹ ڈپٹ میں کبھی اتنی شدت بھی ہوجاتی تھی کہ بسا اوقات ان خلفائے کرام کی ٹوپیاں اور عمامے بھی سر سے گر پڑتے تھے، چنانچہ انہیں اجلۂ خلفاء کی صف میں ہمارے حضرت والا محی السنۃؒ بھی تشریف فرما ہوتے تو حضرت مصلح الامتؒ ہمارے حضرت والا علیہ الرحمۃ کے مبارک عمامہ پر از راہِ شفقت ومحبت آہستہ سے صرف اپنا دستِ مبارک پھیرا کرتے تھے اور یہ مردِ باصفا (یعنی ہمارے حضرت والا ہردوئیؒ) اپنے "ہم مشرب برادرِ طریق" و "ہم کاسۂ سلوک" کے اس محبانہ عمل پر انتہائی بشاشتِ قلب کے ساتھ سرِ تسلیم خم کئے بیٹھے رہتے تھے، سبحان اللہ! حضرت مصلح الامتؒ کا اندازِ تربیت اور حضرت محی السنۃؒ کی شانِ فنائیت وعبدیت عدیم النظیر تھی اور یہ بھی ایک عجیب نورانی محفل ہوا کرتی تھی جس کے حسین مناظر سے دیکھنے والوں کے خوابیدہ قلوب جاگ اُٹھتے تھے اور ان کے اندر

عبدیت وفنائیت کا احساس یک لخت اجاگر ہو جاتا تھا۔

حضرت محی السنۃ کا کمال عبدیت

اللہ اکبر! ہمارے حضرت والا محی السنۃ علیہ الرحمۃ کے اندر کس درجہ عبدیت وشانِ فنائیت کا غلبہ تھا؟ اوّل تو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ کی جانب سے خلعتِ خلافت کا ملنا ہی تکمیلِ اصلاح کی ایک عظیم الشان سند ہوتی تھی، پھر حضرت والا محی السنۃ کا علم وفضل میں عقل ودانش میں ورع وتقویٰ میں بھی کوئی معمولی مقام نہ تھا، اور سب سے عظیم اور قابلِ تقلید وصف میرے شیخ حضرت علیہ الرحمۃ کا یہ تھا کہ مرجع خلائق ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کامل، اور اصلاح سے مستغنی نہیں سمجھتے تھے بلکہ اکتساب فیض کیلئے حضرت حکیم الامتؒ کے خلفاء کے خدمت میں برابر تشریف لے جاتے تھے حضرت والا محی السنۃ کی اس شانِ فنائیت وعبدیت نے مجھے حضرت والاؒ کا عاشق وگرویدہ بنادیا۔ چنانچہ حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد یہ ناکارہ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا محی السنۃ کے ''حلقۂ ارادت'' سے منسلک ہوگیا اور مکاتبت اصلاحی کا سلسلہ چلتا رہا اور حضرت والا کی تعلیمات الحمد للہ دل کو متاثر کرتی رہیں ۔ چونکہ حضرت والا کی محبت دل میں اتر چکی تھی اور رگ وپے میں رچ بس چکی تھی اس کے پیش نظر یہ خادم حضرت والا کی ملاقات کے لئے بے قرار اور منتظر رہتا کہ اگر ''حیدرآباد'' یا اس کے قرب وجوار میں حضرت والا تشریف لائیں تو خدمتِ اقدس میں پہنچ جاؤں، چنانچہ حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ کے وصال پر ایک سال کامل عرصہ گذر چکا تھا کہ اطلاع ملی کہ الحمد للہ حضرت محی السنۃؒ حیدرآباد تشریف لارہے ہیں ۔اب تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی، فوراً پروانہ وار حیدرآباد کی راہ لی اور جیسے ہی حضرت والا علیہ الرحمۃ کی قیام گاہ ''مدرسۂ فیض العلوم سعید آباد'' میں قدم رکھا اور وہاں کے ماحول پر نگاہ ڈالی تو یوں محسوس ہونے لگا کہ اب دل کی دنیا ہی بدل چکی ہے۔

اتباع سنت کا اہتمام

تین دن کے قیام میں اس ناکارہ نے حضرت والا کو بغور دیکھا تو ان کی ہر ادا میں

اتباعِ سنت کا اہتمام نظر آتا تھا، چنانچہ درمیان میں جمعہ کا دن آ گیا تو نمازِ جمعہ بھی میں نے حضرت والا کی اقتداء میں ادا کی، وہ بھی بڑا عجیب منظر تھا، غالباً مشیر آباد حیدر آباد کی کسی جامع مسجد میں حضرت والا کی پہلے تو تقریر ہوئی پھر اذانِ جمعہ کے بعد خطبۂ جمعہ پڑھ رہے تھے کہ خطبۂ ثانیہ کے دوران آیتِ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ الخ کے ختم پر مسجد کے کسی گوشے سے بعض لوگوں کا بآواز بلند درود شریف کا پڑھنا حضرت والا نے سن لیا تو آگے خطبہ کے الفاظ کو روک کر حاضرین مسجد پر ایک نگاہ ڈالی اور بآواز بلند یہ مسئلہ سنایا کہ ''جب امام خطبۂ جمعہ کے لئے اُٹھ کھڑا ہو اور خطبہ شروع ہو جائے تو اب تمام حاضرین کو اس کا غور سے سننا واجب ہے، بات چیت کرنا یا آپس میں سلام کا جواب دینا یا تسبیح کا پڑھنا درست نہیں، البتہ خطیب کو اجازت ہے کہ وہ شرعی مسئلہ بوقت ضرورت لوگوں کو بتا سکتا ہے'' اس کے بعد حضرت والا نے یہ مسئلہ سمجھایا ''خطبۂ جمعہ کے وقت حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک آئے تو حاضرین یا تو خاموش رہیں یا دل ہی دل میں درود شریف پڑھ لیا کریں، زبان سے یا بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کی اجازت نہیں''۔

تاثیر صحبت

ہمارے حضرت والا محی السنۃ علیہ الرحمۃ کے اندر قدرتِ خداوندی نے بے بہا صلاحیتیں ودیعت کر رکھی تھیں سفر حیدر آباد کے موقعہ پر اس ناکارہ نے حضرت والا کے مبارک ارشادات علماء، طلبہ اور مریدین کے لئے پند و نصائح اور ملفوظاتِ عالیہ جو بھی سنے الحمد للہ وہ باتیں دل میں اترتی چلی گئیں، حضرت والا کی مبارک مجلس میں قریب بیٹھ کر یہ ناکارہ چہرۂ اقدس کو بغور دیکھتا رہا اور حضرت والا کی ہر ادا دل کو بھاتی گئی، کیونکہ ساری ادائیں انتہائی پیاری تھیں اور ہر ادا و ہر بات سے خلوص وللّٰہیت واتباعِ سنتِ نبویہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ کی شیرینی اور حمیت دینی ٹپکتی ہوئی محسوس ہوتی تھی، حیدر آباد سے بعافیت واپسی کے بعد حضرت والا کی صحبت کی برکت سے میرے اندر بھی ایک انقلاب الحمد للہ موجزن ہونے لگا نبی کریم ﷺ کی سنتوں کے ساتھ محبت اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں ترقی نظر آنے لگی، گو کہ یہ ناکارہ تا ہنوز اس راہ کا مبتدی ہی ہے تاہم حضرت والا کی مبارک نقل

اتارنا بھی میں اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتا ہوں۔

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد   وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم[1]

حیدرآباد سے واپسی پر اس ناکارہ نے حضرت والا کی خدمتِ بابرکت میں اپنے کچھ تأثرات اس انداز سے پیش کئے تھے۔

مضمونِ احقر: الحمدللہ اس دورِ قحط الرجال میں اللہ تبارک وتعالیٰ، احیائے سنت اور نہی عن المنکر کی جو عظیم الشان خدمت حضرت والا دامت برکاتہم کی ذات سے لے رہے ہیں بالعموم تمام مسلمانانِ ہند کے لئے بالخصوص ہم خدّامِ حضرت والا اور اخص الخاص یہ ناکارہ تہی دست خادم کے لئے نعمت عظمیٰ سے یقیناً کم نہیں یہ ناکارہ بصدق دل دعا گو ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت والا کے سایۂ ہمایوں کو بایں فیوض و برکات تادیر امت مسلمہ کی صلاح وفلاح کے لئے باقی رکھے آمین۔

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ   بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

جوابِ حضرت والا: اللہ تعالیٰ آپ کے حسنِ ظن کی برکات سے نوازیں۔

مضمونِ احقر: حضرت اقدس! یہ سچی بات عرض کرتا ہوں کہ گذشتہ ماہِ مارچ ۸۱ء میں یہ ناکارہ جب حضرت والا مدظلہم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا پہلے دن بعد نمازِ عصر قیام گاہ کے صحن میں حضرت والا کی مبارک مجلس میں بفضلہٖ تعالیٰ ناکارہ کو حضرت اقدس کے انتہائی قریب بیٹھنے کو جگہ مل گئی، میں قسمیہ عرض کرتا ہوں کہ مجھے تو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ کی بابرکت مجلس میں بیٹھا ہوں اگرچہ احقر حکیم الامتؒ کی حیاتِ مبارکہ میں موجود تو کجا؟ شکم مادر میں بھی نہ تھا تاہم احقر کو حضرت حکیم الامت نوراللہ مرقدہٗ سے جو غائبانہ عقیدت ومحبت الحمدللہ بچپن سے ہے اس کے پیش نظر ایک عجیب سی کیفیت رہی کہ حضرت والا مدظلہم کی مجلس مبارکہ میں پہنچ کر

---

[1] میرے محبوب ساتھی کا جمال میرے اندر اثر کر گیا ہے ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جو کہ ہوں۔

ناکارہ کے ذہن وتصور میں یہ بات مستحضر رہی کہ گویا حضرت مولانا تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوں، ایک عجیب سا لطف اس وقت محسوس ہو رہا تھا جو اس وقت تحریر میں لانے سے ناکارہ عاجز ہے۔

جوابِ حضرت والا: آپ کے حسن ظن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کیفیات سے سرفراز کیا، ورنہ من آنم کہ من دانم۔

دلجوئی ودلنوازی

حضرت اقدسؒ کی خدمت بابرکت میں میری (حیدرآباد) حاضری سے قبل میں نے ۹ رصفر المظفر ۱۴۰۱ھ کو اپنے ایک عریضہ میں حضرت والا سے ملاقات کی تڑپ اس طرح ظاہر کی تھی۔

مضمونِ احقر: بندہ کی رات دن تمنا یہ ہے کہ حضرت والا کی خدمت اقدس میں پہنچ کر اپنے نفس کی اصلاح کرالوں، حضرت والا اللہ دعا فرمادیں کہ یہ تمنا جلد پوری ہو اور سامان مہیا ہوں۔

اس تحریر کو میں نے حضرت والا کی خدمت میں ہردوئی بھیج دیا اور خلاف معمول ۴۰ یوم جواب کے انتظار میں بے چینی سے گذر گئے کہ اواخر ربیع الاول ۱۴۰۱ھ کو کلکتہ سے حضرت والا کے دست مبارک سے لکھا ہوا جواب نظر نواز ہوا جس میں ۷ر ربیع الاول ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۵ر جنوری ۱۹۸۱ء کی تاریخ لکھی ہوئی تھی خط کے شروع میں حضرت نے یہ مبارک الفاظ لکھے تھے ''کلکتہ سے جواب لکھ رہا ہوں آج بنگلہ دیش کا سفر تجویز ہے۔''

احقر کی حضرت والا کی خدمت بابرکت میں پہنچنے کی تمنا کے جواب میں یہ مبارک الفاظ تحریر تھے۔

جوابِ حضرت والا: آپ سے ملاقات کو میرا بھی دل چاہتا ہے، معتدل موسم میں سفر مناسب ہوگا آخر جنوری تک میری واپسی بنگلہ دیش سے تجویز ہے حکیم محمد اختر صاحب بھی وہاں

کراچی سے آرہے ہیں حضرت مولانا محمد اللہ صاحب مقیم ڈھاکہ جو حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے اکابر خلفاء میں سے ہیں بہت اصرار سے حاضری کو فرمایا اس لئے جارہا ہوں دعا کیجئے۔

والسلام
ابرارالحق

اندازِ راہنمائی

حضرت اقدس کے مذکورہ بالا جواب سے قبل جبکہ میرا حضرت والا سے ابتدائی اصلاحی مکاتبت کا سلسلہ چل رہا تھا، اپنے مکتوب نمبر ۷ (۳۰ رشوال ۱۴۰۰ھ) میں حضرت والا کی خدمت بابرکت میں اپنے کچھ حالات لکھے کہ ''حضرت صحیح بات عرض کر رہا ہوں یہ صرف حق تعالیٰ شانہٗ کا فضل وکرم اور حضرت والا دامت برکاتہم کی برکت ہے کہ میرے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے ساتھ لوگوں کا جو عزت واحترام والا برتاؤ تھا الحمد للہ اب لوگ اس ناکارہ خادم کے ساتھ بھی اُسی طرح پیش آرہے ہیں مجھے انتہائی شرمندگی محسوس ہورہی ہے، کیونکہ میں سراپا گندہ ہوں، ہر دن بعد نماز مغرب ہمارے گھر پر میرے والد ماجد علیہ الرحمۃ کی دینی مجلس ہوا کرتی تھی جس دن ان کا وصال ہوا اسی دن شام حسب معمول ان کی مجلس میں ہر دن شریک ہونے والے احباب نے مجھے مجبور کردیا، میں نے تو اس خدمت جلیلہ سے علاحدہ رہنے کی ہر چند کوشش کی کہ میری گندگیوں کی وجہ سے میرا اثر کہیں مجلس میں شریک ہونے والے حضرات پر نہ پڑے مگر کسی نے ایک نہ سنی اور ساتھ ہی میرے اکابر اور خاندانی بزرگ، عم محترم حضرت استاذی شیخ الحدیث مولانا نثار احمد صاحب مدظلہٗ (خلیفہٗ حضرت والد ماجد صاحب علیہ الرحمۃ) اور عم محترم حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب مدظلہٗ (خلیفہٗ مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادیؒ) ان حضرات اکابر کے حکم ومشورہ سے بعد نماز مغرب گھر پر آنے والے احباب کو — جن کی تعداد تقریباً پچیس تیس ہوتی ہے — یہ ناکارہ خادم کبھی رسالہ ''وصیۃ العرفان'' کبھی حضرت مولانا

تھانویؒ کے مواعظ وملفوظات کبھی تفسیر ''معارف القرآن'' اور کبھی یوں ہی کوئی بات ذہن میں آگئی تو اس کو سنادیا کرتا ہے۔

جوابِ حضرت والا: بہت مناسب ہے بارک اللہ تعالیٰ وتقبل اللہ تعالیٰ۔

کسرِ نفسی اور عالی ظرفی کی ایک اور مثال

مضمونِ احقر: اور آجکل تو حضرت والا دامت برکاتہم کے ملفوظات ''مجالس ابرار'' مطبوعہ کتب خانہ مظہری کراچی کا خود بھی بغور مطالعہ کرتا ہوں اور آنیوالے احباب کو بھی سنا رہا ہوں۔

جوابِ حضرت والا: اکابر کرام کی تعلیمات وارشادات کے ساتھ اس کا جوڑ ایسا ہی ہے جیسا کہ دیبا وحریر کے ساتھ ٹاٹ کا پیوند۔

مضمونِ احقر: حضرت والا! میں تو باطن کا کورا ہوں حضرت والا کی جوتیوں کے صدقہ میں الحمد للہ جو بصیرت حاصل ہوئی ہے اس کے پیش نظر یہ سمجھ رہا ہوں کہ حضرت والا کی تعلیم وتربیت اور طریق بالکل مجددانہ ہے، حضرت والا کی ہر ہر بات اور ملفوظ نہایت درجہ مفید اور عین تقاضائے وقت نظر آتا ہے، اہل اللہ اور مشائخ سینکڑوں گذرے ہیں اور اب بھی بہت ہوں گے لیکن مجدد و مصلح قسم کے مشائخ بہت محدود گذرے ہیں، میرا یقین ہے اور ایمان ہے کہ اس دور میں حضرت والا کی ذات منفرد ہے۔

جوابِ حضرت والا: استغفر اللہ میں کیا ہوں؟ یہ سب آپ کا حسن ظن ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ اللہ تعالیٰ آپ کے حسن ظن کے برکات سے نوازیں۔

اللّٰہ اکبر! حضرت والا کے مبارک جواب کو پڑھکر میری آنکھیں کھل گئیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ کا ملفوظ ''تواضع اور چیز ہے اور تواضع کا مظاہرہ بالکل دوسری چیز ہے'' سمجھ میں آگیا وہ یہ کہ تواضع کا مظاہرہ تو ہر شخص زبان سے کچھ نہ کچھ کہہ کر کرلیتا ہے جیسے خاکسار، ناچیز اور ناکارہ وغیرہ۔ مگر اس سے تواضع کی حقیقت حاصل نہیں ہوتی بلکہ تواضع کی حقیقت یہ ہے کہ دل سے اپنے کچھ نہ ہونے کا

قائل ہو، اپنے کو کسی رفعت کا اہل نہ سمجھے اور سچ مچ اپنے آپ کو مٹانے کا قصد کرے۔ حکیم الامت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ کا وہ ملفوظ بھی میری نگاہوں میں گھوم گیا جس میں حضرتؒ فرماتے ہیں ''میں روزہ سے ہوں اور میں بقسم کہتا ہوں کہ مجھے دنیا میں اپنے آپ سے زیادہ ذلیل کوئی شخص نظر نہیں آتا، میں اپنے آپ کو ہر مسلمان سے فی الحال اور ہر کافر سے فی المآل کمتر جانتا ہوں۔'' یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عالم جاہل کو کیسے بہتر سمجھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اکمل سمجھنا تو جائز ہے افضل سمجھنا جائز نہیں۔ دیکھئے حضرت والاؒ کی عظیم شخصیت میں ـــــ جن کے علم و فضل، ورع و تقویٰ میں آج کوئی ثانی نظر نہیں آرہا ہے ـــــ کس درجہ شکستگی، تواضع اور شانِ فنائیت کا استحضار تھا کہ میں کسی رفعت و تعظیم کا ہرگز اہل نہیں، حالانکہ آپ کی ساری زندگی اسوۂ رسولِ اکرم ﷺ میں ڈھلی ہوئی تھی جن کی دینی، علمی اور روحانی خدمات کا دائرہ انتہائی وسیع تھا جو اتباعِ سنت میں اسلاف کا نمونہ تھے اور ساری دنیا میں ''محی السنۃ'' کے مبارک لقب سے پہچانے جاتے تھے وہ اپنے ایک ادنیٰ مرید کو ایسے انداز سے لکھ رہے ہیں جہاں تواضع کے رسمی مظاہرے کا کوئی شائبہ تک پیدا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا یہاں یہی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت والاؒ کی ذاتِ اقدس کو حضور اکرم ﷺ کی پیاری دعا ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا''[1] کا مثالی نمونہ بنادیا تھا، ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

متعلقین پر شفقت و عنایت

میرے والد محترم علیہ الرحمۃ کے بعد مجھے کوئی ایسا اہم اور قابل ذکر معاملہ یاد نہیں جس کو میں نے حضرت والا کی خدمت بابرکت میں پیش کرکے آپ سے ہدایت طلب نہ کی ہو، آپ کو باخبر نہ رکھا ہو، اور آپ سے دعائیں نہ لی ہوں اور جو رذیلہ میں نے اپنے اندر محسوس کیا اس کے ازالہ اور علاج کے لئے تدابیر معلوم نہ کی ہو، بعض دفعہ حضرت کے

[1] یعنی اے اللہ! مجھے اپنی نگہ میں حقیر اور دوسروں کی نظر میں باعزت بنادیجئے۔

قلم مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک جملہ میری زندگی کے رخ کو بدل ڈالتا تھا میں نے اپنے ایک خط میں حضرت والا کو لکھا کہ ''بعض وقت لوگ اس ناکارہ کو اپنی قیمتی کاروں میں بٹھا کر کہیں لے جاتے ہیں تو ایسے مواقع پر احقر کے اندر عُجب پیدا ہونے لگتا ہے'' حضرت! علاج ارشاد فرمائیں کہ ایسے وقت میں کیا کروں؟

جوابِ حضرت والا: اس عُجب پر تعجب ہے کہ اپنے خاتمہ سے کیسے بےفکر ہو گئے۔ دنیا کی جاہ وعزت سے کیا میدان محشر کا فیصلہ ہوگا؟

چنانچہ حضرت والا کی خدمت با برکت میں میرے لکھے ہوئے خطوط کے ذخیرہ پر نظر ڈالتا ہوں تو اپنی باطنی کیفیات اور ذکر واذکار وغیرہ کے مقابلے میں وہ خطوط زیادہ ملتے ہیں جس میں اپنی زندگی کے شب وروز میں پیش آنے والی ہر بڑی چھوٹی خوش گوار و ناخوش گوار کیفیات حضرت والا کی خدمت میں پیش کر کے دعا و توجہ اور اصلاح و مشورہ طلب کیا گیا ہے، جس کا اصل مقصد ان تمام معاملات میں شیخ نورانی کی تربیت و نظر کرم کی استدعاء و اطلاع حالات تھا۔ حضرت والا نے بھیؒ ایسے تمام موقعوں پر اپنی گوناگوں مشاغل و مصروفیات کے باوجود اس ناکارہ خادم پر اس درجہ شفقت و ہمدردی فرمائی ہے کہ جیسے کوئی شفیق باپ اپنی اولاد کے ہر دُکھ درد میں شریک و سہیم ہونا چاہتا ہے اور ہر ممکن طریقہ سے ان کی نصرت و امداد اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ میں نے حضرت والاؒ کی خدمت میں بغرض دعا یہ بات لکھدی کہ ''حضرت یہ ناکارہ اپنے آبائی مکان کے حصص خریدنے میں کافی قرض دار ہو گیا ہے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ قرضہ کی ادائیگی کے لئے غیب سے سامان مہیا فرمادے آمین۔'' حضرت والا نے ازراہِ شفقت و محبت اپنے جواب میں لکھا ''کس قدر قرض ہے؟'' (حضرت والاؒ کے جواب باصواب کے سیاق وسباق سے اشارۃً یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ حضرت والا رقم کے ذریعہ بھی مدد فرمانا چاہ رہے ہیں جس کے بےشمار واقعات شاہد ہیں خود احقر کے بعض خطوط سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس کا ذکر انشاء اللہ آگے آئیگا۔ لیکن میں نے اپنے قرض کے سلسلہ میں دوبارہ حضرت کو کچھ لکھنا مناسب نہ سمجھا) اور ساتھ ہی

حضرت والانے پرچہ ''دافع الضیق'' (یعنی تنگی والجھن کے رفع ہونے کی تدابیر) بھیجا۔

پرچہ دافع الضیق

۱۔ رفع پریشانی:- پرچہ ''علاج الغم والحزن'' کو پڑھئے اس کے موافق جس قدر عمل ہوسکے کیجئے

۲۔ کتاب ''جزاء الاعمال'' و ''حیوٰۃ المسلمین'' روح ۲۲ کو پڑھئے، گھر کے افراد کو سنائیے۔

۳۔ برائے برکتِ رزق:۔ یا مغنی ۱۱۱۱ مرتبہ کسی وقت پڑھئے یا گھر کے افراد سے پڑھوائیے۔

۴۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ۳۰۸ مرتبہ بہ نیت برکتِ رزق کسی نماز کے وقت پڑھئے، قبل وبعد درود شریف ۱۱-۱۱ مرتبہ۔

۵۔ برائے حفاظت:- سورۂ اخلاص، فلق وناس تین تین مرتبہ بعد فجر ومغرب پڑھا کیجئے، گھر کے افراد بھی پڑھیں۔

۶۔ برائے جملہ امور:- فرائض کے بعد اور دو رکعت نفل پڑھکر الحاح وتوجہ سے دعا کیا کیجئے

۷۔ ''گناہوں کے نقصانات'' کا پرچہ بھی پڑھئے ہر گناہ سے بچئے بالخصوص غیبت، بدنگاہی، بدگمانی، گانا باجا سے۔

۸۔ ''صلوٰۃ الحاجۃ'' کا بھی اہتمام رکھئے۔

۹۔ گھر میں اگر کوئی پابندِ نماز نہ ہو تو ان کو اس کی تاکید برابر رکھی جاوے۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کے رب العالمین اور رحمان ورحیم ہونے کو سوچئے نیز وہ ناصر وولی بھی ہیں اور قادر وکریم بھی، اس کے ساتھ ساتھ ان کے مالک اور حاکم وحکیم ہونے کا بھی استحضار رکھئے یعنی بار بار سوچیں کہ ان کے ہر کام میں حکمت ومصلحت ہوتی ہے

والسلام

ابرار الحق

۲۲ / رجب ۹۹ھ

شفقت لسانی ہی نہیں عملی بھی

اس قسم کے بے شمار خطوط میرے پاس حضرت والاؒ کے محفوظ ہیں کہ جس میں حضرت والا نے اس ناکارہ پر انتہائی کرم فرمائی و ذرّہ نوازی فرمائی ہے۔ مثلاً ایک موقع پر یہ لکھا ہے کہ" حکیم اختر صاحب بھی آرہے ہیں اگر خط بروقت مل جائے اور کوئی مانع سفر نہ ہو تو سفر کر لیجئے احقر مصارف سفر کی رقم بطور تحفہ پیش کردیگا اس لئے آپ سفر کی ہمت کر لیجئے۔" ایک والا نامہ میں حضرت والا نے اس ناکارہ کو لکھا" موسم معتدل ہے مصارف سفر کی رقم احقر بطور تحفہ ہدیۂ پیش کردیگا۔"

ایک اور موقع پر بھی اسی قسم کا مضمون تھا" کوئی خاص مانع نہ ہو تو سفر اس وقت کر لیجئے ہردوئی کے مصارف سفر احقر بخوشی پیش کردیگا۔" بلاشبہ یہ حضرت والا کی ہی عظیم خوردنوازی تھی ورنہ استحقاق کے درجہ میں اس کا تو یہ ناکارہ تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اور یہ ذرّہ نوازی اور کرم فرمائی نہ صرف ناکارہ کے ساتھ تھی بلکہ ناکارہ کے اہل وعیال کے ساتھ بھی تھی، آج سے دس گیارہ سال قبل احقر کے بڑے لڑکے برخوردار مولوی حافظ رشید احمد سعدی سلمہٗ نے الحمد للہ جب قرآن پاک کا حفظ مکمل کیا تو اس عظیم خوشی کی اطلاع میں نے حضرت والا کو دی تو حضرت والا نے جواب میں انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا اور دعائیہ کلمات کے ساتھ برخوردار عزیز سلمہٗ کے لئے ہدیۃً" سوروپئے" بھیجنے کا اشارہ ظاہر فرمایا اور حسن اتفاق کہ انہیں ایام میں موسم گرما کے تقریباً چار ہفتے حضرت والاؒ نے شہر بنگلور میں قیام فرمایا تو برخوردار عزیز سلمہٗ سے قرآن پاک کی چند آیتیں سنیں اور سو روپئے برکۃً عطا فرمائے۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحْسَنَ الْجَزَاء۔

اکرام ضیف اور حوصلہ افزائی

آج سے تین سال قبل کی بات ہے کہ حضرت والا کے بمبئی کے زمانۂ قیام کے دوران یہ ناکارہ شام کے پانچ بجے حضرت والا کی اس وقت بمبئی کی قیام گاہ" سہاگ پیلس" پہنچا جہاں روزانہ شام میں حضرت والاؒ کی عام مجلس ہوا کرتی تھی، یہ ناکارہ جب حضرت والا سے مصافحہ

ومعانقہ کیا تو بہت مسرور ہوئے اور تبسم بھرے انداز میں پوچھا کہ کب آئے ہو؟ اور آگے کیا نظام ہے؟ ناکارہ نے اپنی آمد کا وقت پھر جائے قیام (ٹملناڈو بیت الحجاج) اور قیام کی مدت بتادی کہ انشاء اللہ تین دن کامل قیام کروں گا، ان دنوں ناکارہ کے گھٹنوں میں کچھ تکلیف کی شکایت تھی وہ بھی بتا کر دعاؤں کی درخواست پیش کی تو حضرت والا نے کافی دعاؤں سے نوازا اس وقت چونکہ عام مجلس کا وقت شروع ہو رہا تھا اور حضرت والا ''سہاگ پیلس'' کی نویں منزل میں قیام پذیر تھے اور اسی عمارت کے سب سے نچلے حصے کے کشادہ ہال میں روزانہ مجلس ہوا کرتی تھی، دن چونکہ اتوار تھا اس لئے لوگ بھی اور دنوں کے مقابلے میں کافی جمع تھے، حضرت والا نے ناکارہ سے فرمایا کہ ''آج آپ کا بیان میں نے یہاں تجویز کیا ہے'' ناکارہ کی حالت یہ سن کر ناگفتہ بہ ہوگئی کہ یا اللہ اب میں کیا کروں؟ حضرت والا کا حکم تھا اور ان کی شفقتیں تھیں کہ عذر کرنا بھی سوءِ ادب تصور کرتے ہوئے بس خاموش کھڑا رہا اس وقت مجھے یہ بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا ہوگا؟ اور میں کیا کروں اور کیا کہوں؟ اور وہ بھی حضرت والا کے آگے۔

تعمیل ارشاد میں حاضرین سے ایک خطاب

حضرت والا نے لوگوں سے فرمایا کہ ان کو نیچے لے جاؤ میں بھی تھوڑی دیر میں آرہا ہوں، چنانچہ ''الامر فوق الادب'' کے تحت اس ناکارہ نے سورہ طلاق کی آیات '' وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ[1] الخ'' کی تلاوت کے بعد حاضرین کے سامنے یہ گذارشات رکھیں۔ حضراتِ علماء کرام، بزرگو بھائیو! میں قسمیہ عرض کرتا ہوں کہ میں ہرگز ہرگز اس قابل نہیں کہ محی السنۃ سیدی و مرشدی حضرت والا دامت برکاتہم کی موجودگی میں یہاں لب کشائی کی جرأت کروں، جبکہ یہاں اس مبارک مجلس میں ہمارے بہت سے بزرگ اور علماء کرام بھی موجود ہیں، جو ماشاء اللہ علم و فضل میں تقویٰ و طہارت میں واللہ، مجھ سے ہزار

[1] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو کوئی اللہ تعالیٰ (کی نافرمانی) سے ڈرے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے (کشائش) کا راستہ نکال دیتا ہے، اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے کہ اس کو اس کا گمان بھی نہیں ہوتا، جو کوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے تو وہ اس کیلئے بالکل کافی ہے۔

ہا درجہ بہتر ہیں، جن کے سامنے لب کشائی میرے لئے ایک عظیم آزمائش سے کچھ کم نہیں، لیکن ساتھ ہی بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب کوئی بڑا اپنے کسی چھوٹے کو کسی بات کا حکم کرے اگر چہ وہاں ادب کا تقاضا یہ ہو کہ یہ چھوٹا اپنے بڑے کی موجودگی میں لب کشائی کی جسارت نہ کرے، لیکن جب خود بڑے کی جانب سے حکم ہو جائے تو اب بڑے کی تعظیم وتکریم کا مقتضیٰ یہی ہے کہ چھوٹا فوراً اپنے بڑے کا حکم مان لے، مطلب یہ ہے کہ ادب کے مقابلے میں حکم کی تعمیل زیادہ مقدم ہے، حضرت والا نے مجھے حکم دیا ہے کہ ''کچھ باتیں سنا دو'' لیکن میری حقیقت یہ ہے کہ ''من آنم کہ من دانم'' والا معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد کے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتا اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اور حضرت والا محی السنۃ دامت برکاتھم کی برکت سے ایسی بات کہنے، سنانے کی مجھے توفیق عنایت فرمائے جو اس کی مرضیات کے مطابق ہو، جو میرے لئے بھی اور سننے والوں کیلئے بھی مفید ہو آمین۔

تقویٰ کی اہمیت وضرورت

اس کے بعد پڑھی گئی آیات کے تعلق سے میں نے بتایا کہ ان میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تقوے کی اہمیت اور ضرورت کو بیان فرمایا ہے، یہ تقویٰ کی دولت عوام وخواص ہر ایک کے لئے، اہل علم حضرات کے لئے، علوم دینیہ کے پڑھنے پڑھانے والوں کے لئے اور اسی طرح ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے انتہائی ضروری ہے کیونکہ تقویٰ یعنی خشیت الٰہی وہ عظیم نعمت ہے کہ جس کی بدولت ہماری اُخروی زندگی کے علاوہ دنیوی زندگی کی کامیابی کا بھی یقین اللہ تعالیٰ نے دلایا ہے۔ یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے کہ آج پوری دنیا مصائب وآفات کا شکار ہے ہر بڑا چھوٹا، تاجر ومزدور اپنی اپنی جگہ سخت بے چین اور پریشان ہے۔ میرا ذاتی معمول یہ ہے کہ اگر کوئی مجھ سے اپنی بے چینی اور پریشانی کا ذکر کرتا ہے اور اسکا علاج معلوم کرنا چاہتا ہے تو یہ ناکارہ سب سے پہلے ہمارے حضرت والا محی السنۃ دامت برکاتہم کے مواعظ وملفوظات بالخصوص حضرت والا کا وعظ ''ہماری تباہی اور اس کا حل یعنی مسلمان کیا کریں؟'' اسی طرح ایک اور وعظ ''مصائب وپریشانی کا آسان حل'' سے کوئی

بات اخذ کر کے اس کے پیش کر دیا کرتا ہے، کیونکہ اللہ والوں کے کلام میں بڑی تاثیر ونورانیت ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ حضرت والا دامت برکاتہم کی ذات بابرکات سے اور حضرت والا کی خانقاہ سے اصلاح امت کا جو عظیم کام اس زمانہ میں لے رہے ہیں یہ کسی پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ''گلشن ابرار'' کو تادیر ہمارے سروں پر بعافیت سلامت رکھے اور حضرت والا کے فیوض وبرکات سے مستفید ہونے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے آمین۔ بہرحال حضرت والا کے مواعظ وملفوظات میں پڑھی ہوئی باتیں جو مجھے اس وقت یاد ہیں انہیں کی روشنی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

نقل ارشادت مرشد می کنم　　　آنچہ مردم می کند بوزینہ ہم[1]

اصل کی برکت سے لیکن کیا عجب　　　نقل سے بھی ہو وہی فیضِ اتم

ترقی وکامیابی کا راز

دنیا میں عموماً دو قسم کے لوگ ہیں، ایک حاکم اور دوسرے محکوم، یعنی کچھ تو دولت مند اور بڑے لوگ ہیں اور کچھ چھوٹے ان کے ماتحت ان کے نوکر، اب چھوٹوں کے لئے ان کی ترقی اور کامیابی اسی میں ہے کہ وہ اپنے بڑوں کو راضی اور خوش رکھیں تاکہ بڑوں کی شفقت اور مہربانی چھوٹوں کی ساتھ ہوتی رہے، لیکن اگر کوئی چھوٹا اپنے بڑے کی نافرمانی کرنے لگے اگر کوئی بیٹا اپنے باپ سے لڑتا جھگڑتا رہے تو بتائے کہ کیا اب بیٹا اپنے باپ سے کوئی چیز حاصل کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ لینے اور حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ چھوٹا پہلے اپنے محسن کو اپنے بڑے کو اور اپنے باپ کو راضی کرلے اور اس کو خوش رکھے تاکہ اس چھوٹے کو بڑے کی مدد ملے۔ جب دنیا میں کسی کی کامیابی یا ناکامی کا یہ اصول ہے تو اسی کے پیش نظر یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ جب مسلمان اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق اپنا مالک، اپنا معبود اور اپنا حاکم بلکہ احکم الحاکمین سمجھ رہے ہیں تو پھر اگر اس خالق اور اس مالک کے

---

[1] میں اپنے مرشد کے ارشادات کی نقل کرتا ہوں، اگرچہ کہ یہ کوئی کمال نہیں اسلئے کہ ایک بندر بھی تو آدمی کی نقل اتار لیتا ہے۔

احکام کی خلاف ورزی رات دن ہم کرتے رہیں تو ہم کو آخر راحت کہاں اور کیسے ملے گی؟ بیٹا اگر اپنے باپ کی نافرمانی کرے تو بیٹے کو سزا ملتی ہے نوکر اگر اپنے مالک کی بات نہ مانے تو سزا یقینی ہے، فوجی اگر حکومت کے ساتھ بغاوت اور سرکشی کرے، تو تب بھی سزا یقینی، پھر بندے اگر اپنے خالق اور مالک حقیقی کی نافرمانی کرتے رہیں، رات دن گناہ کرتے رہیں تو کیا یہاں سزا نہ ملے گی؟ آخر مہلت کب تک ملتی رہے گی؟ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:
مَااَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَااَصَابَکَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِکَ ۔اے انسان اگر تجھ کو کوئی خوش حالی پیش آگئی تو سمجھ لے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کی جانب سے تجھ پر احسان اور فضل ہے، اور جب کوئی تجھ پر مصیبت اور پریشانی آگئی تو سمجھ لے یہ تیرے ہی بُرے اعمال اور گناہوں کی وجہ سے ہے۔

اسی طرح کی کچھ باتیں پیش کر رہا تھا ابھی دس پندرہ منٹ بھی نہ گذرے ہوں گے کہ ''وہیل چیر'' کے ذریعہ حضرت والا مجلس میں تشریف لائے اور ناکارہ کی کرسی کے برابر حضرت والا کی کرسی وہیل چیر آگئی، جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت والا تشریف لا چکے تو طبیعت میں اندر سے ایک ہیبت سی شروع ہوگئی اور میں بس خاموش ہوگیا، پورا مجمع اب حضرت والا کو دیکھ رہا تھا اور یہ ناکارہ بھی حضرت والا کی طرف دیکھنے لگا، ابھی چند ہی سکینڈ نہ گذرے ہوں گے کہ حضرت والا میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ''جو بات چل رہی تھی مضمون کو پورا تو کر دیجئے'' اس ناکارہ نے حضرت والا سے پوچھا کہ حضرت کتنی دیر میں بات کو ختم کروں؟ فرمایا کہ ''جتنی بھی دیر ہو بات تو آخر پوری ہو جائے''۔

جب اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں گے

حضرت والا کے حکم کی تعمیل میں میں نے پھر عرض کرنا شروع کیا، میرے بزرگو دوستو! اگر ہم کو دنیا و آخرت میں راحت و آرام کے ساتھ رہنا ہے تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ آخرت کے دن ''حساب و کتاب'' کا جو معاملہ ہے اس کو سوچ کر ہم گناہوں کو چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ کو راضی کرلیں، جب اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائیں گے تو پھر وہی

ہمارے لئے اپنے کرم سے راحت کے راستے بھی کھول دیں گے، کیوں کہ قرآن کریم کہتا ہے:
وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے گناہوں سے بچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر مشکل اور مصیبت سے نجات کے راستے خود ہی پیدا فرما دیتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق ملتا ہے کہ خود اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا کہ مجھ کو اس جگہ سے رزق ملے گا۔ مگر افسوس ہے کہ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم لوگ گناہوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ہم رات دن ٹی وی ویڈیو بھی دیکھتے رہیں گے، گانا باجا بھی سنتے رہیں گے، سودی کاروبار اور ہر قسم کے گناہ بھی کرتے رہیں گے، اور اس سب کے ساتھ اس تمنا میں بھی لگے رہتے ہیں کہ دنیا میں ہم کو چین سکون ملے، فکریں اور پریشانیاں ہمارے قریب بھی نہ آئیں، آپ ہی سوچیں کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یاد رکھئے انسان دنیا میں گناہ بھی کرے اور سچی توبہ بھی نہ کرے اور یہ چاہے کہ مجھے چین وسکون میسر ہو یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، یعنی گناہوں کی نحوست کے ساتھ چین وسکون کی خوبیاں جمع نہیں ہوسکتیں کیونکہ اللہ کا قانون یہ بتا رہا ہے کہ گناہ کرنے سے دنیا میں پریشانیاں آتی ہیں، گناہ کرنے سے رزق میں کمی اور بے برکتی واقع ہوتی ہے، یہ بات قرآن پاک سے بھی ثابت ہے اور حدیث پاک سے بھی ظاہر ہے، اب اگر ہم لوگ رات دن گناہ پر گناہ کرتے رہیں اور اس کے نتیجہ میں پریشانیاں آئیں تو ان کو دور کرنے کے لئے کوئی تعویذ مانگ رہا ہے کوئی وظیفہ بیٹھ کر پڑھ رہا ہے تو بتائیے کہ اس سے پریشانیاں آخر کہاں دور ہوں گی؟

ذکر ودعا کا اثر کیوں نہیں ہوتا؟

ہمارے حضرت والا محی السنۃ دامت برکاتہم "مجالس ابرار" میں فرماتے ہیں کہ ایک صاحب میرے پاس اپنی مالی پریشانیاں لے کر آئے حضرت والا فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں روزانہ مغرب کی نماز کے بعد سورۂ واقعہ پڑھنے کے لئے کہا، کیوں کہ حدیث میں ہے کہ "جو شخص ہر رات میں سورۂ واقعہ پڑھے گا اس کو کبھی فاقہ نہ ہوگا" چنانچہ حضرت والا فرماتے ہیں کہ اس کے ایک عرصہ کے بعد ایک جگہ میرا بیان تھا، جب تقریر سے فارغ ہو کر میں نکل رہا تھا (یعنی حضرت والاؒ) پھر وہی صاحب میرے سامنے آئے اور کہنے لگے

کہ ”حضرت! آپ نے مجھے سورۂ واقعہ پڑھنے کو بتایا تھا، تب سے اب تک برابر ہر رات کو میں سورۂ واقعہ پڑھ رہا ہوں اور اس کے علاوہ خیر برکت کے لئے بزرگوں نے جو وظیفے لکھے ہیں کہ فلاں آیت پڑھو تو رزق میں برکت ہوگی، فلاں تسبیح پڑھو تو تجارت میں ترقی ہوگی، فلاں عمل کرو تو دولت میں اضافہ ہوگا تو اس طرح کے چار وظیفے بھی ہر دن بلاناغہ پڑھ رہا ہوں، مگر ابھی تک حالات کچھ نہیں بدلے اور ساری پریشانیاں اپنی جگہ باقی ہیں۔ (حضرت والا فرماتے ہیں کہ) ان کی بات سن کر میں نے ان صاحب سے کہا کہ بھائی! رزق میں برکت کے لئے آپ روزانہ چار وظیفے تو پڑھ رہے ہیں، صحیح ہے! لیکن اب ذرا اس پر بھی غور کرو کہ کہیں چوبیس گھنٹوں میں آپ سے آٹھ کام ایسے تو نہیں ہو رہے ہیں جو رزق کو روکنے والے ہیں؟ مطلب یہ ہے کہ اگر وظیفوں کے ساتھ کوئی گناہ بھی ہو رہے ہیں تو غور کرو کہ کس کا اثر غالب ہوگا؟ یعنی کوئی آدمی چار عمل تو وہ کر رہا ہے جو رزق کی برکت کو اپنی طرف کھینچ کر لانے والے ہوں اور ساتھ ہی آٹھ برائیاں وہ بھی کر رہا ہے جس کی نحوست سے آتا ہوا رزق دور ہٹ جائے، اب غور کرو کہ غلبہ عمل کس کا ہے؟ کثرت کس کام کی ہے؟

ایک عام فہم مثال

(حضرت والا مثال دے رہے ہیں کہ) دیکھو ایک مضبوط رسّہ ہو اس کو چار آدمی پوری قوت سے اپنی طرف کھینچ رہے ہوں اور دوسری طرف اسی رسّہ کو آٹھ آدمی ان کی طرف کھینچ رہے ہوں تو بتاؤ کہ جدھر چار آدمی ہیں اس کو کھینچنے میں غالب ہوں گے یا جدھر آٹھ آدمی کھینچ رہے ہیں وہ غالب ہوں گے؟ ظاہر ہے کہ جس جانب زیادہ آدمی ہیں اسی جانب یہ چار آدمی بھی جھکیں گے یا رسّہ ہی چار آدمیوں کے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا، بس یہی معاملہ آج ہمارے گناہوں اور نیکیوں کا بھی ہے، ہم لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، رمضان شریف کے روزے بھی رکھ لیتے ہیں، دعا اور تلاوت قرآن کا بھی اہتمام کر لیتے ہیں مگر جو گناہ آنکھوں سے متعلق ہیں، جو گناہ کانوں سے متعلق ہیں، جو گناہ زبان سے متعلق ہیں، جو گناہ دل سے متعلق ہیں، جو گناہ ہاتھ پاؤں سے متعلق ہیں اور جو گناہ شرم گاہ سے متعلق ہیں ان سے بچنے کا ہمارے پاس کوئی اہتمام نہیں ہے تو

بات وہی ہوئی جو میرے شیخ حضرت والا نے بتائی۔ خدا کی رضامندی کے دو چار کام تو ہو جاتے ہیں اور نافرمانی کے کام صبح سے لیکر شام تک برابر ہوتے رہتے ہیں نہ آنکھوں کی حفاظت ہو رہی ہے نہ زبان کی نہ کان کی اور نہ شرمگاہ کی! تو اب بتایئے کہ قرآن کریم نے خوشحالی آنے کیلئے تقویٰ کی جو قید لگائی وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ، اس پر ہم لوگ آج پورے کب اُتر رہے ہیں؟ جو وعدۂ رزق پورا ہو۔

چنانچہ اسی قسم کی کچھ باتیں دس پندرہ منٹ یہ ناکارہ حضرت والاؒ کی مبارک مجلس میں بیٹھ کر بحکم حضرت والاؒ پیش کرنیکی جسارت کرتا رہا اللہ تعالیٰ حضرت والاؒ کی برکت سے میرے اندر اخلاص اور عملِ صالح کی دولت عطا فرمائے آمین۔

دس بارہ منٹ حضرت والاؒ کی قیمتی نصیحتوں کا سلسلہ چلتا رہا الحمد للہ حضرت والا کی کوئی اداء و ملفوظ ایسا نہیں ہے کہ جس کو دل و دماغ میں محفوظ نہ رکھا جائے۔

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم ۔۔۔ اِلّا حدیثِ یار کہ تکرار می کنیم[1]

یہ انبیاء و رسل کی شفقت کا عکس ہے

حضرت والاؒ کی دعا پر مجلس ختم ہوئی اور تھوڑی دیر شہر سے آئے ہوئے احباب حضرت والا سے مصافحہ کرتے رہے اور پھر نماز مغرب کا وقت آ گیا تو یہ ناکارہ وہاں سے قریب والی مسجد پہنچا، نماز مغرب کی اذان ختم ہوئی اقامت سے پہلے ہی جناب حاجی امتیاز احمد صاحب نے ــــ جو بمبئی میں حضرت والا کے خادم خصوصی سمجھے جاتے ہیں ــــ کان میں مجھ سے کہا کہ ”حضرت والا نے حکم دیا ہے کہ نماز مغرب کے بعد آپ کو حضرت والا کے پاس لے چلوں“ جب نماز مغرب کے بعد یہ ناکارہ حضرت والا کی خدمت میں پہنچا تو یہ جان کر بڑی حیرت اور بے انتہا مسرت ہونے لگی کہ حضرت والاؒ دو ڈاکٹر صاحبان (جو حضرت والا کے خصوصی معالج ہیں) سے میرے گھٹنوں کی تکلیف اور اس کے علاج

---

[1] جو کچھ ہم نے پڑھا لکھا ہے، سب فراموش کر دیا ہے۔ سوائے محبوب کے تذکرہ کے کہ بس اسی کو دہراتے رہتے ہیں۔

سے متعلق مشورہ فرمارہے ہیں۔ چنانچہ ان ڈاکٹر صاحبوں کے مشورہ کے بعد ہڈیوں کے علاج میں ماسٹر سرجن ڈاکٹر رفیق احمد صاحب صدیقی (جو شہر بمبئی کی مشہور و معروف شخصیت ہیں اور حضرت والا سے خصوصی محبت رکھتے ہیں اور مجلس میں بھی تشریف لایا کرتے ہیں) کو بتانا طے پایا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف سے رابطہ کرنے پر انہوں نے کچھ ٹیسٹ لیکر اگلے روز شام کے چار بجے اپنے ''پرنس علی خان ہسپتال'' پہنچنے کو فرمایا، اگلے روز یہ ناکارہ جناب حاجی امتیاز احمد صاحب کے مکان پر تھا کہ حضرت والا نے امتیاز احمد صاحب کو فون پر ہدایت دی کہ شام کو ڈاکٹر صاحب سے مل کر سیدھے حضرت والا کی قیام گاہ ''سہاگ پیلس'' کو آجانا چاہئے، چنانچہ شام کے چار بجے ہم ہسپتال پہنچے تو پتہ چلا کہ خلاف معمول جناب ڈاکٹر رفیق احمد صاحب صدیقی ابھی ہسپتال نہیں آئے ہیں، ہم ان کے انتظار میں بیٹھے رہے، اس درمیان حضرت والا کی طرف سے دو فون وقفہ وقفہ کے ساتھ آئے کہ کیا ہوا؟ مگر جب شام کے پانچ بج رہے تھے اور مجلس کا وقت قریب ہوتا جارہا تھا اور اِدھر ڈاکٹر صاحب نہیں آئے تھے تو حضرت والا کا غالباً تیسرا فون امتیاز صاحب کو موصول ہوا کہ آپ لوگ ''سہاگ پیلس'' آجائیں، ڈاکٹر رفیق احمد صاحب صدیقی بعد نماز مغرب خود ہی حضرت والا کی قیام گاہ پہنچ کر معائنہ کرلیں گے۔

مذکورہ واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت والا اپنے چھوٹوں پر کس قدر شفیق تھے؟ خصوصاً اس ناکارہ خادم کے ساتھ آپ کا حسن سلوک بالکل ایک مشفق باپ کے مانند تھا، آہ! آج حضرت والاؒ کی کرم فرمائیوں کو سوچ سوچ کر دل رنج والم میں ڈوب جاتا ہے کہ ہمارے حضرت والا کی ذاتِ گرامی کتنی عالی ظرف اور بلند اخلاق تھی، مجھ جیسے ناکارہ پر وہ کیسی شفقتیں فرمایا کرتے تھے؟

ایک اور واقعہ

ایک مرتبہ یہ ناکارہ حضرت والا کی خدمت بابرکت میں علی گڑھ پہنچا میرے ساتھ مزید چار افراد تھے، ہم نے حضرتؒ والا سے اجازت مانگی کہ ہم لوگ ہوٹل میں اپنے کھانے کا انتظام خود کرلیں گے، مگر حضرت والا علیہ الرحمۃ اور حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہم نے

اس تجویز کو قبول نہیں فرمایا بلکہ اپنے ہاں ہی مہمان رکھا اور صبح کی چائے اور ناشتہ سے لیکر رات تک پُر تکلف کھانے جناب حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہم ہم لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر کھلاتے رہے۔ فجزاھما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

مہمان نوازی کی اعلیٰ مثال

اسی طرح چار سال قبل یہ ناکارہ حضرت والا کی خدمت میں اپنے چار رفقاء کے ساتھ ہردوئی پہنچا اور حضرت والاؒ کی خدمت میں ایک عریضہ پیش کیا کہ یہ ناکارہ اپنے رفقاء سفر کے ساتھ کھانا مطبخ سے کھالے گا اور رقم آخر میں مطبخ میں جمع کر دیگا، مگر یہ درخواست منظور نہیں ہوئی اور پورے اہتمام کے ساتھ ناشتہ کے علاوہ دونوں وقت بفضلہٖ تعالیٰ اعلیٰ قسم کا کھانا حضرت والا کے دولت خانہ سے مہمان خانہ کے خصوصی کمرہ (جو ہمیں عنایت کیا گیا تھا) میں پہنچ جاتا تھا اور چونکہ گرمیوں کا زمانہ تھا بہ نسبت جنوب کے شمال کی گرمی کی شدت وتپش کا ہم لوگوں کیلئے ناقابل تحمل ہونے کا حضرت والاؒ کو بخوبی اندازہ تھا، اس سلسلہ میں بھی اس ناکارہ اور رفقاء کی راحت کا بڑا خیال فرمایا چنانچہ وہاں کے قیام کے دوران وقتاً فوقتاً حضرت والاؒ اپنی مخصوص کرسی (وہیل چیئر) پر بیٹھ کر تشریف لاتے اور اس ناکارہ سے دریافت فرماتے کہ "گرمی تو نہیں ہو رہی ہے؟" حالانکہ جو کمرہ ہمیں عنایت ہوا تھا اس میں دو "سیلنگ فین" کے علاوہ ایک "ائیر کولر" اور "اکزاسٹ فین" بھی لگے ہوئے تھے، ان سب عنایات کے ساتھ یہ دریافت فرمانا کہ "کہیں گرمی تو نہیں ہو رہی ہے؟" کس درجہ محبت وعالی ظرفی کا نمونہ تھا۔

اللہ اکبر! جب کہ شب وروز وہاں تو مہمانوں کا تانتا بندھا رہتا تھا ایسے موقعہ پر ہر ایک کی راحت کا خیال رکھنا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں ہے، یہ تو وہی کرسکتا ہے جس کی زندگی کا ہر ہر قدم وہر ہر عمل مطابق شریعت وموافق سنت ہو، جس کا مظاہرہ ہر ہر شعبۂ زندگی میں حضرت والاؒ کے یہاں نظر آتا تھا، اور زمانۂ قیام میں روزانہ بعد عصر مختلف نعمتوں سے سجی چائے کی مجلس سے بھی حضرت والاؒ کے دولت کدہ پر ہم رفقاء نوازے جاتے تھے۔ غرض کہ حضرت والاؒ کی کن کن عنایتوں کا ذکر کروں؟

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم　　　　کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا این جاست[1]

حضرت والا کی ذات والا صفات اور آپ کی پاکیزہ زندگی پر قلم اٹھانا اہل علم واہل قلم کا کام ہے، یہ ناکارہ ہیچمداں حضرت والاؒ کی شانِ بے بہا پر بس یہ اشعار لکھ دینا کافی سمجھتا ہے۔

دامانِ نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار　　　　گل چین بہار تو زداماں گلہ دارد[2]

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید　　　　لیک حیرانم کہ نازش راچناں خواہد کشید[3]

ہردوئی سے روانگی

حضرت والا کی خانقاہ یعنی ہردوئی میں تقریباً چار دن قیام کے بعد ہم لوگوں کو مدرسۃ قاسم العلوم کنجا ضلع پرتا بگڈھ جانا تھا مجھے اور میرے رفقاء سفر کو لینے کے لئے ذمہ داران مدرسہ جناب محترم مولانا عبدالحلیم صاحب ومحترم مولانا جمشید احمد صاحب زید لطفہما ایک دن قبل ہی ٹاٹا سومو لئے ہردوئی تشریف لاچکے تھے اور حضرت والا کو بھی ہمارا قاسم العلوم کنجا کے سفر کا علم تھا چنانچہ جس دن بعد نماز صبح ہم لوگوں کو ہردوئی سے پرتا بگڈھ کے لئے نکلنا تھا اسی دن قبل نماز صبح حضرت والا نے ناکارہ کو حکم دیا کہ "بعد نماز فجر (مسجد حقی مدرسۃ اشرف المدارس) کے معمولات جاریہ میں سے صرف پہلا معمول سن کر آپ لوگ مسجد سے چلے آئیے"۔

چنانچہ ہم لوگ بعد نماز فجر (معمول نمبر ۱ کے فوراً بعد) حضرت والا کی خدمت بابرکت میں پہنچے تو اس قدر سویرے ہی اپنے دولت کدہ پر ہمارے لئے مختصر سے ناشتہ کا انتظام فرمادیا ہم لوگ بیٹھ کر ناشتہ کررہے تھے اور حضرت والاؒ بھی ہمارے سامنے "وہیل چیئر" پر

---

[1] سر سے لے کر پیر تک جس جگہ بھی نظر ڈالتا ہوں، حسن دل کو مجبور کرتا ہے کہ بس اسی منظر کی دید میں محو رہوں۔

[2] نگاہوں کا دامن چھوٹا ہے اور آپ کے حسن کے پھول بہت ہیں۔ آپ کی بہار کے پھول چننے والے کو تنگی داماں کی شکایت ہے (پھولوں کی قلت کی نہیں)۔

[3] مصور اگرچہ اس محبوب کی صورت گری کرسکتا ہے تاہم میں حیرت زدہ ہوں کہ اس کی اداؤں کی منظر کشی کیسے کی جاسکے گی؟۔

تشریف فرماتھے، بعد ناشتہ ہم لوگوں کو اپنے کچھ مواعظ اور پرچے عنایت فرمائے اور خوب دعاؤں سے نوازا اور اس ناچیز سے فرمایا کہ "یہاں آپ نے جو کچھ دیکھا ہے اور سنا ہے پرتابگڈھ کے مدرسہ والوں کو بھی جا کر بتانا۔"

بہر حال اس ناکارہ خادم کے ساتھ حضرت والاؒ کی خورد نوازی کے تعبیر و اظہار کے لئے "لطف و کرم، شفقت و محبت" وغیرہ تمام الفاظ تشنہ ہی تشنہ معلوم ہوتے ہیں۔ یہی حضرت والا کی شفقتیں تھیں جو آج حضرت والاؒ کی جدائی پر ایک ایک کر کے یاد آرہی ہیں اور بے اختیار آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں آہ ؎

جائیں بچشم نم کہاں روئیں اب اپنا غم کہاں
پہلے سے اب کرم کہاں ایسا تو اب کوئی نہیں

اعترافِ غفلت

حضرت والاؒ جیسے رہبر شریعت وخضر طریقت کے وصال کے بعد جب میں اپنی حالتوں پر نظر کرتا ہوں تو سراپا عیوب لگتا ہوں اور ندامت میں ڈوب ڈوب جاتا ہوں کہ اس "چشمۂ فیض ابرار" سے ایک دنیا سیراب ہوئی ان کی جوتیوں میں لوگوں کو موتی ملے اور اپنے دامن بھر لئے، لیکن موتیوں کی قدر تو کوئی جوہری پہچانے یہ ناکارہ تہی دست ان کی قدر کیا جانے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ کی ذات ستودہ صفات جب تک رشد وہدایت، اصلاح وارشاد کے خزانے لٹاتی رہی، ہائے افسوس! کہ اس دولت کا حصول مجھ سے نہ ہو سکا اور اب جبکہ حضرت والا نور اللہ مرقدہ معرفت الٰہی وسنت نبوی ﷺ کی محبت غافل انسانوں کے قلوب میں اجاگر کر کے دنیا سے تشریف لے گئے، میری آنکھیں اشکبار ہیں، رات دن حضرت والاؒ کی یاد پریشان کر رہی ہے اور دل اندر سے روتا ہے کہ اللہ پاک نے اس عارف باللہ سے اتنا طویل تعلق نصیب کیا لیکن میں نے حضرت والا سے کیا کسب کیا؟ سچ ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل
خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را[1]

بہرحال اس کے باوجود کہ یہ ناکارہ اپنی کوتاہی عمل، بے بضاعتی، کم مائیگی و نااہلی کی وجہ سے حضرت والا کے فیوض و برکات سے کماحقہٗ فیض یاب نہ ہوسکا دریا کے پاس پہنچ کر بھی پیاسے کا پیاسا ہی رہ گیا، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اہل اللہ کی صحبت فی نفسہٖ کیمیائی اثر رکھتی ہے نیز حسب بشارت نبی پاک ﷺ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَىٰ بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ (ترجمہ) جو لوگ اللہ کی یاد میں مشغول ہیں وہ ایسے سعادت مند لوگ ہیں جن کی برکت کی وجہ سے ان کا ہمنشیں (ساتھی) بھی بد بخت نہیں ہوتا۔ اس نعمت پر میں اللہ رب العزت کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے حضرت محی السنۃ علیہ الرحمۃ کا جلیس ہونیکی دولتِ بے بہا سے بار بار نوازا ہے اور آپ کی مبارک مجالس میں بار یابی کے شرف سے مجھے بھی مشرف فرمایا ہے بقولِ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ ع میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے

امید واثق ہے کہ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ تعالیٰ اس دولت سے محرومی نہ رہے گی وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق کی لاج رکھ لے اور اس ناچیز کی بضاعات مزجات کو شرف قبولیت عطا فرمائے آمین۔

مگر چوں کہ یہ ناکارہ حضرت والاؒ کے بے شمار انعامات واحسانات میں ڈوبا ہوا ہے حضرت والاؒ کی جدائی کے بعد مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ گویا میرے سر پر نور کا اک سایہ تھا، وہ اُٹھ گیا ہے، اور ایک روشنی تھی جو ماند پڑ گئی ہے، اس طرح حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہ مشہور شعر جو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے صدمہ جانکاہ پر تڑپ کر کہا تھا اس کی حقیقت مجھے اس حادثہ کے بعد کچھ سمجھ میں آ رہی ہے ؎

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

---

[1] قسمت کے محروں کو رہبرانِ کامل سے کیا حاصل ہوسکتا ہے۔ دیکھو! خضر سکندر کو آب حیات کی تلاش میں ساری دنیا گھما کر پیاسا ہی واپس لے آئے۔

ترجمہ: یعنی آج مجھ پر اس صدمۂ ومصائب کا جو پہاڑ ٹوٹا ہے اس طرح کی مصیبتیں اگر دنوں پر اترتیں تو وہ اس کی تاب نہ لاتے ہوئے راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

مرجع عام وخاص اور حکیم الامتؒ کی یادگار

حقیقت یہ کہ ہمارے حضرت والاؒ اس دور میں اسلاف اکابر بالخصوص اپنے مرشد اعظم حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی سچی یادگار تھے آپ کے دل میں امت کی اصلاح وخیر خواہی کا زبر دست جذبہ موجزن تھا، خالص علمی ذوق، زہد وتقویٰ، توکل وقناعت، ہر ایک سے ہمدردی وخیر خواہی کا معاملہ، اخلاص ومحبت، حق گوئی وصاف گوئی اور لَا یَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ[1] کی شان بے نیاز حضرت والا کے ممتاز اوصاف تھے۔ اسی طرح اسلام کی سرفرازی، اعلاء کلمۃ اللہ، منکرات پر برملا نکیر، محبت الٰہی، تقویٰ وطہارت، عشق نبوی ﷺ واتباع سنت نبوی ﷺ یہ ایسے بدیہی کمالات قدرت نے آپ کے اندر ودیعت کر رکھے تھے کہ جن کا انکار کوئی ذی ہوش اور منصف مزاج شخص نہیں کرسکتا، چنانچہ انہیں محاسن وکمالات کی وجہ سے ہمارے حضرت والاؒ ہر طبقہ کے لوگوں میں نہایت ہر دل عزیز تھے، جہاں بھی تشریف لے جاتے ہر جگہ حضرت والا کے اردگرد کثیر لوگ جمع رہتے اور حلقۂ تعارف وسیع ہوتا جاتا، عوام وخواص کے قلوب میں حضرت والا سے صرف عقیدت ہی نہ تھی بلکہ بے انتہا محبت بھی تھی، لگتا تھا کہ بشارت نبوی ﷺ **فیوضع لہٗ القبول فی الارض** کی حضرت والا کھلی تصویر ہیں حتیٰ کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ زادہما اللہ عزاً وشرفاً میں بھی یہی مقبولیت دیکھنے میں آئی کہ وہاں کے مقامی اور غیر مقامی علماء وصلحاء حضرات کا بڑا مجمع حضرت والا کو گھیرے رہتا تھا، ہر ایک کا بڑی عزت وتکریم کا معاملہ حضرت والاؒ سے رہتا تھا اور حضرت والا کا بھی ان تمام سے عجیب مشفقانہ حسن سلوک تھا۔

اپنے ہی نہیں پرائے بھی نثار ہیں

ہمارے حضرت والاؒ کی شخصیت ہی کچھ ایسی پرکشش تھی کہ جو آپ کو دیکھتا وہ ضرور مرعوب ومتاثر ہو جاتا بالخصوص جب حضرت والا مسکراتے تو ہونٹ مبارک کا تبسم انتہائی

---

[1] (اللہ کے نیک بندے) کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف نہیں کرتے۔

دلکش ودل فریب لگتا تھا، مسلمان تو مسلمان دوسال قبل جب حضرت والا حیدآباد سے بذریعہ طیارہ بنگلور تشریف لائے تو سنا گیا کہ بنگلور ایرپورٹ پر حضرت والا سے مصافحہ کرنے والوں کی قطار میں کچھ غیر مسلم (ہندو) بھی کھڑے ہوگئے تھے، یہ اسی غیر مرئی کشش کا نتیجہ ہے، کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی محبت کے اعلان سے ساتوں آسمانوں سے لیکر اہل ارض کے قلوب کو بھی متاثر فرمادیتے ہیں، اور ہردوئی میں میں نے خود دیکھا ہے کہ حضرت والا سے پانی وغیرہ پڑھوانے کیلئے بے شمار غیر مسلم روزانہ بعد عصر والی مجلس کے اختتام پر آیا کرتے تھے باقی جن حضرات کو میرے حضرت والا محی السنۃ علیہ الرحمۃ کے ساتھ طویل صحبت میسر آئی ہو وہ تو بلا شبہ آپ کے کمالات کو دیکھ کر تخلقوا باخلاق اللہ کی عملی تصویر کے ضرور معترف ہیں ہی، جو چند لمحے بھی آپ کے ساتھ گذار دیتا وہ بھی دلکش اور حسین تاثر ضرور لیکر اٹھتا آپ کو دیکھ کر خیال آتا کہ "اَلَّذِیْنَ اِذَا رُأوْ ذُکِرَ اللّٰہُ" (جنہیں دیکھ کر خدا یاد آئے) کی صحیح تصویر ہیں

حیف صد حیف علم وعرفان کی وہ شمع جو پورے برصغیر ہندوپاک اور بنگلہ دیش کے علاوہ ساری دنیا کے مسلمانوں کی دینی واصلاحی رہنمائی کا ذریعہ تھی بالآخر گل ہوگئی۔

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لیکر

اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَانَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِکَ یَامَوْلَانَا[1] لَمَحْزُوْنُوْنَ[2]۔

---

[1] اللہ پاک نے جونعمت واپس لے لی یقیناً وہ اللہ ہی کی تھی، جو دے رکھی ہے وہ بھی اسی کی ملکیت ہے، اس کے ہاں ہر چیز ایک عمر اور وقت سے جڑی ہوئی ہے۔(پس ایسے وقت مومن کا حال یہ ہونا چاہئے جو نبی کا تھا یعنی) آنکھیں اشکبار ہیں، دل غمگین ہے مگر زبان سے ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے رب کو پسند ہے اور اے ہمارے آقا! ہم آپ کی جدائی پر (طبعی طور پر) بہت اندوہگیں ہیں۔

[2] نبی کریمؐ کے الفاظ مبارکہ میں خط کشیدہ کی جگہ یا ابراہیم ہے، جو آپؐ کے صاحبزادہ کا نام ہے، موقعہ کی مناسبت سے اپنے شیخ کے لئے یا مولانا استعمال کرلیا گیا ہے۔

آہ! یادگار سلف جاتے رہے

بلا شبہ حضرت والاؒ کی ذات گرامی پورے ہندوستان و پاکستان اور بنگلہ دیش بلکہ سارے عالم اسلام کے لئے ایک مرجع کی حیثیت رکھتی تھی شب وروز حضرت والاؒ کے فیوض وبرکات کا سلسلہ جاری رہتا تھا، انتہائی ضعف و پیرانہ سالی کے باوجود امت مسلمہ کی اصلاح کی فکر برابر دامنگیر رہتی تھی اپنے متعلقین، خلفاء ومریدین کی خبر گیری، تصحیح قرآن پاک کے سلسلہ میں ذمہ دارن مدرسہ کو مفید مشورے، علماء وطلبہ کو پند ونصائح، اصلاح منکرات کے سلسلہ میں رات دن فکر مندی، الحاد و بے دینی کے ابھرنے والے فتنوں پر انتہائی تشویش اوران کے سد باب کے لئے تجاویز ورہنمائی کا سلسلہ آخری سانس تک الحمدللہ جاری رہا

حضرت والا علیہ الرحمۃ اپنے علم وفضل، زہد وتقویٰ، سادگی اور تواضع میں سلفِ صالحین کی یادگار تھے جن کا لمحہ لمحہ رضائے الٰہی کا پابند ہوکر آخرت کی تیاری میں گذرتا تھا اور جن کی دعاؤں کا بہترین سایہ پوری امت مسلمہ کے لئے رحمت خداوندی کا باعث تھا جن کا نفس وجود ہی امت کے لئے خیر وبرکات وسیلہ تھا، برصغیر کے علماء وصلحاء میں حضرت والاؒ کی ذات گرامی اسوقت ایسی تھی کہ مختلف نقطہ ہائے نظر کے علماء بھی حضرت والاؒ کے علم وفضل، تقویٰ وتقدس، جہد وعزیمت، اور ملت اسلامیہ کے لئے ان کے درد دل کے معترف تھے اور جن کی ذات مشکلات میں بڑے بڑے علماء اور مدارس اسلامیہ کے طلبہ کے لئے مرجع بنی ہوی تھی آج پوری علمی ودینی برادری اس عظیم سایہ سے محروم ہوگئی ۔

جن کا سایہ سر پہ تھا ایک سایۂ بالِ ھما — آج ہم سے وہ مبارک سائباں جاتا رہا

خصوصاً یہ ناکارہ تو یوں محسوس کر رہا ہے کہ دنیا میں میری سب سے گراں قدر پونجی لٹ چکی ہے، زندگی کا محبوب ترین سہارا ٹوٹ گیا ہے، یہ سوچ سوچ کر بے چین ہوجاتا ہوں کہ اب ایسا روحانی معالج مجھے کہاں ملے گا؟ اتباع سنت کی وہ لگن اور نہی عن المنکر کے لئے وہ تڑپ نگاہوں کو اب کہاں نصیب ہوگی؟ ان باتوں پر اگر غور کرتا ہوں تو بے

ساختہ یہ شعر یاد آنے لگتا ہے ؎

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و جمال ماہے — چہ کنم کہ چشم خوش بیں نہ کند بکس نگاہے[1]

مجسمۂ رحم وکرم

جہاں تک میں نے حضرت والا رحمہ اللہ کو دیکھا ہے آپ کے یہاں سختی وتلخی نہ تھی بلکہ اصول وضوابط کی پابندی تھی، میرا اپنا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ حضرت والاؒ کی ہر سختی میں بھرپور شفقت وہمدردی کو میں نے پایا اور حضرت والا علیہ الرحمۃ کے ہر عتاب پر اصلاح کی فکر میں زیادتی کو میں نے اپنے اندر محسوس کیا، جب بھی یہ ناکارہ حضرت والاؒ کی خدمت میں پہنچتا رہا ہمہ وقت یہی خدشہ لیکر جاتا اور دل اندر سے دھڑکتا رہتا کہ نہ معلوم میری نادانی وجہالت کی وجہ سے اب کیا لتاڑ مجھ پر پڑتی ہے، یا میری بے اصول اور بے ربط گفتگو سے کہیں حضرت والاؒ کے مبارک قلب کو ٹھیس نہ پہنچے، میری ملاقات وگفتگو فرحت وانبساط کے بجائے اذیت وانقباض کا ذریعہ نہ بن جائے، مگر الحمد للہ ادھر سے ان خدشوں کے برخلاف ہر مرتبہ ذرہ نوازی اور لطف وکرم اور عنایتوں ہی کی بارش مجھ پر حضرت والا کی جانب سے ہوا کرتی تھی، حضرت والا علیہ الرحمۃ کے لئے ہر وقت دل کی گہرائیوں سے بس یہی دعا نکلتی ہے ”ہزاروں رحمتیں ہوں اے شفیق ومہرباں تجھ پر“۔

آخری اور یادگار حاضری

حضرت والا علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں میری آخری حاضری اور آخری زیارت وملاقات کے لمحات کو میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا، ویسے تو پچھلے تین سال سے حضرت والا کا زیادہ قیام بمبئی میں رہنے لگا تھا غالباً اواخر جنوری ۲۰۰۵ء میں حضرت والاؒ بمبئی تشریف لاچکے تھے یہ ناکارہ ۲۱ رفروری ۲۰۰۵ء کو چھ سات رفقاء کے ہمراہ بمبئی جانے کا ارادہ کرلیا، ٹکٹ بھی آگئے تھے کہ اچانک ۱۷ رفروری کی دوپہر شولاپور سے ایک دوست نے

---

[1] سارا شہر حسینوں سے بھرا ہوا ہے مگر میں ہوں کہ بس اپنے چاند کے حسن میں محو ہوں کیا کروں؟ میری خوش بیں نظر کسی اور کی طرف اُٹھتی ہی نہیں۔

اطلاع دی کہ حضرت والا ۲۰ رفروری اتوار کی شام بمبئی سے دہلی تشریف لے جارہے ہیں، نہ جانے کیا کشش ہمیں کھینچے لئے جارہی تھی کہ ۲۱ رفروری کے ٹکٹ واپس کر کے (حضرت والا کی صحبت میں ایک دن کے قیام کو بھی غنیمت سمجھتے ہوئے) اسی دن شام کو ہم لوگ بمبئی کیلئے نکل پڑے، الحمد للہ ہفتہ کی صبح بمبئی پہنچ کر حضرت والا کی اس وقت کی قیام گاہ ''ابراھیم پیلس'' دس بجے دن تک پہنچ گئے، تو معلوم ہوا کہ ہمارے حضرت والا، حضرت مولانا قاری محمد مبین صاحب الہ آبادی مدظلہ (جو ان دنوں وہیں کرلا میں قیام پذیر تھے) کی عیادت فرما کر تھوڑی دیر قبل ہی واپس تشریف لائے ہیں۔ میری طرح اور بھی بہت سے احباب کی آمد کا سلسلہ چل رہا تھا تو میں نے مناسب یہی سمجھا کہ ہماری آمد کی حضرت والا کو اطلاع کردوں، میں نے حضرت والا کی خدمت میں ایک تحریر کے ذریعہ ہماری حاضری کی اطلاع دی تو فوراً ہم کو اوپر اپنے حجرہ میں طلب فرمالیا، جب ہم پہنچے تو نہایت ہی کشادہ روئی کے ساتھ اور مسکراتے ہوئے ہم سب سے مصافحہ کیا اور چارپائی پر لیٹے لیٹے ہی معانقہ کی سعادت بھی بخشی، اور ہمارا نظام سفر دریافت فرمایا، وہاں کچھ اور علماء بھی موجود تھے، یہ صبح کی خصوصی مجلس تھی اسوقت حضرت والا نے تقریباً آدھا گھنٹہ تمام حاضرین کو نصیحت آمیز خطاب سے بھی نوازا۔ مجلس کے بعد کچھ لوگ چلے گئے مگر یہ ناکارہ اور اس کے رفقاء سفر وہیں بیٹھے ہوئے تھے، حضرت والا نے بڑی محبت سے پرنام بٹ کے حالات اور مدراس کا موسم دریافت فرمایا کہ ''وہاں معتدل موسم کب رہتا ہے؟'' اس سے اندازہ مجھے یہ بھی ہو رہا تھا کہ شاید امسال حضرت والاؒ مناسب موسم میں مدراس کا سفر فرمائیں گے، دوپہر کے بارہ بجے تک یہ ناکارہ حضرت والا کی مبارک مجلس میں بیٹھا رہا اور پھر شام کی عام مجلس میں حاضری کا ارادہ لئے ہوئے واپس ہوا، الحمد للہ شام کی مجلس میں بھی حاضری نصیب ہوئی، بعد نماز مغرب حضرت والا سے وداعی ملاقات، دعاء و برکات حاصل کرنے کی غرض سے حاضر خدمت ہوا تو بے حد مسرور نظر آرہے تھے۔ انتہائی شفقت، محبت، ذرہ نوازی اور اپنائیت کا معاملہ فرماتے ہوئے کچھ پرچے عنایت فرمائے۔ جب تک مجلس میں حاضری رہی ''انبساطِ عید دیدن روئے تو''[1] کا سماں بندھا رہا۔

---

[1] آپ کے چہرہ کا دیکھنا ہی عید کی مسرت ہے۔

بہت لگتا تھا جی صحبت میں ان کی　　　وہ اپنی ذات میں اک انجمن تھے

بمبئ سے حضرت کی روانگی کا منظر

دوسرے دن اتوار ۱۰ رمحرم الحرام ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۰ رفروری ۲۰۰۵ءشام کے چار بج کر پچاس منٹ بذریعہ ''راجدھانی ایکسپریس'' بمبئ سنٹرل ریلوے اسٹیشن سے حضرت والا دہلی تشریف لے جارہے تھے۔ جی چاہا کہ حضرت والا کو رخصت کرنے کیلئے ریلوے اسٹیشن بھی چلیں، چنانچہ چار بج کر پندرہ منٹ پر جب ہم لوگ بمبئ سنٹرل ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو ٹھیک اسی وقت حضرت والا کی کرسی ''وہیل چیئر'' بھی پلیٹ فارم میں داخل ہورہی تھی اور حسب توقع ایک بہت بڑا مجمع بھی ہمراہ چلتا ہوا دکھائی دیا ہم لوگ جب حضرت والا کے قریب پہنچے تو مصافحہ کرنے والوں کی خاصی بھیڑ حضرت والا کے اطراف جمع تھی اسی بھیڑ میں یہ ناکارہ بھی داخل ہوا جب میری ملاقات کا نمبر آیا تو میں نے جھک کر حضرت والا کے دست مبارک کو بوسہ دیا تو عجیب سی محبت وشفقت بھری نگاہ سے مجھے دیکھا، تبسم ومسکراہٹ کے انداز میں زبان مبارک سے فرمایا ''اچھا تو آپ؟'' گویا زبان حال سے کہہ رہے ہوں کہ ''اچھا ہوا دوبارہ ملاقات ہوگئی، اب انشاء اللہ ہم سے آخرت میں تمہاری ملاقات ہوگی'' مجھے کیا خبر تھی کہ یہ زندگی کی آخری ملاقات ہے؟۔

ملاقاتیوں کا جب سلسلہ ختم ہوا تو حضرت والا نے اس وقت ریلوے پلیٹ فارم پر جمع ہونیوالے مریدین ومعتقدین کو جو قیمتی نصیحتیں فرمائی تھیں وہ مبارک آواز اور وہ سنہرے کلمات اب تک کانوں میں گونج رہے ہیں۔ ''کارڈلس اسپیکر'' جو حضرت والاؒ کے ساتھ سفر وحضر میں برابر رہتا تھا لوگوں نے اس کو بھی سہولت کی خاطر لگا دیا تھا مگر بمبئ جیسے شہر کے پلیٹ فارم پر مسافروں کا ہجوم اور ریلوں کی آمد رفت کے مسلسل اعلانات، بے ربط آوازوں کی وجہ سے حضرت والاؒ کی مبارک آواز ٹھیک طور پر سنائی نہیں دے رہی تھی تاہم ایک آدھ مبارک الفاظ جو بمشکل میرے کانوں نے سنے اور حافظہ میں محفوظ رہ گئے وہ یہ تھے

ہر آنے کے بعد جانے کا نمبر ہے

"دنیا کے ایک شہر کے ایک اسٹیشن پر لوگوں کا اس طرح ہجوم ہے، آخرت کے اسٹیشن کو سوچو! اس پلیٹ فارم پر تمام انسانوں کو جمع ہونا ہے، دنیا میں ہر انسان کے آنے کا ایک نمبر ہے تو پھر جانے کا بھی ایک نمبر آتا ہے، جس طرح یہاں ریلوں کی آمدورفت کا سلسلہ چل رہا ہے اسی طرح انسان بھی جب اس دنیا میں آیا ہے تو اس کے نکلنے اور جانے کا بھی ایک وقت مقرر ہے، بھیجنے والے کو اس کا صحیح علم ہے مگر ہم لوگ اپنی غفلت اور بے فکری کی وجہ سے آخرت اور اللہ کے سامنے پیشی کو بھول بیٹھے ہیں حالانکہ دوست واحباب کی موت اور دنیوی حوادث وَجَاءَکُمُ النَّذِیْرُ[1] کا سبق دوہراتے رہتے ہیں"۔

پھر اس کے بعد حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کے غالباً ان اشعار کو پڑھا تھا:

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور	جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے	کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
کوچ، ہاں اے بے خبر ہونے کو ہے	تابکے غفلت، سحر ہونے کو ہے
باندھ لے توشہ سفر ہونے کو ہے	ختم ہر فرد وبشر ہونے کو ہے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے	کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہمارے حضرت والا محی السنۃ علیہ الرحمۃ حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ کی قائم کردہ مجلسِ دعوۃ الحق کے ناظم اعلیٰ اور روح رواں تھے، حضرت محی السنۃ علیہ الرحمۃ کی مبارک زندگی کا ہر ہر گوشہ حکیم الامت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ کے قائم کردہ اصول وضوابط سے مربوط، انہیں کی ہدایات سے مزین، انہیں کے مزاج ومذاق کے سانچے میں ڈھلا ہوا اور انہیں کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا، اور صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً[2] کا آئینہ دار تھا۔

---

[1] تمہارے پاس ڈرانے والا آچکا ہے۔

[2] اللہ کا رنگ! اور اللہ کے رنگ سے عمدہ کس کا رنگ ہوسکتا ہے؟

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ نے امت کی اصلاح کیلئے دوقسم کی جماعتیں یعنی مجلسیں قائم فرمائی تھیں ، ایک ''مجلس دعوۃ الحق'' اور دوسری ''مجلس صیانۃ المسلمین''، ہندوستان کے اکثر مقامات میں اور بیرونِ ہند خصوصاً بنگلہ دیش وغیرہ میں جہاں ''مجلسِ دعوۃ الحق'' کے نام سے دین لوگوں تک پہنچایا جارہا ہے تو پاکستان میں ''مجلس صیانۃ المسلمین'' کے نام سے دین کی خدمت الحمدللہ ہورہی ہے، اور دونوں مجلسوں کا کام بس ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' یعنی نیکیوں کا پھیلانا اور برائیوں سے روکنا ہے۔

حضرت والا محی السنۃ علیہ الرحمۃ ہندوستان میں مجالس دعوۃ الحق کے علاوہ پاکستان میں ''مجلس صیانۃ المسلمین'' کے بھی سرپرست اعلیٰ تھے۔

باتجوید تعلیم قرآن کی ترویج

آپ کے قلب مبارک میں قرآن کریم کیساتھ جو عظمت ومحبت رچی بسی تھی یہ تو آپ ہی کا حق تھا، تجوید کی پوری رعایت کے ساتھ خود بھی قرآن کریم کو پڑھنے کا بڑا اہتمام فرمایا کرتے تھے اور ساتھ ہی دوسروں کو بھی پڑھوانے کا خاص اہتمام حضرت والاؒ کے یہاں ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ دعوۃ الحق ہردوئی کا مرتبہ ''نورانی قاعدہ[1]'' آج بے شمار ممالک کے مکاتب ومدارسِ اسلامیہ میں چھوٹے بچوں کو پڑھایا جارہا ہے جو ماشاء اللہ پورے برصغیر ہندوپاک اور بنگلہ دیش وغیرہ میں مشہور ومقبول ہے، کوئی طالب علم اگر صحیح اصول کے مطابق اس کو پڑھ لیتا ہے تو الحمدللہ وہ تلاوت قرآن میں غلطی کرنے اور مجہول پڑھنے سے محفوظ ہوجاتا

---

[1] یہ ''نورانی قاعدہ'' جو اولاً حضرت مولانا نور محمد صاحب لدھیانوی کا مرتب کردہ ہے، مجلس دعوۃ الحق ہردوئی کے تحت حضرت محی السنۃؒ بڑے تجربہ کار اساتذہ اور متعدد قراء کرام کے مشوروں کی روشنی میں از سرنو مرتب کروایا تھا۔ پھر اسمیں وقتاً فوقتاً جزوی ترمیم ہوتی رہی۔ اب بلاشبہ ہزاروں مدارس میں قرآن کریم کی باتجوید تعلیم کیلئے اسی قاعدہ سے استفادہ کیا جارہا ہے۔ ہندوستان کے علاوہ عرب اور انگلش ملکوں میں بھی۔

ہے۔ چنانچہ حضرت والا کے قلب وذہن میں رات دن یہی فکر غالب رہتی تھی کہ قرآن کریم کی تعلیم اور نشر واشاعت کا بہتر سے بہتر کونسا طریقہ اختیار کیا جائے؟ تا کہ بڑے، چھوٹے اور بوڑھے سب صحیح مخارج اور بہتر تلفظ کے ساتھ قرآن کریم پڑھا کریں۔ چنانچہ الحمدللہ حضرت محی السنۃ علیہ الرحمۃ کا عظیم الشان کارنامہ یہ ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ کی قائم کردہ ''مجلس دعوۃ الحق'' کو نئی زندگی بخشی اور بانیٔ مجلس مجدد تھانویؒ کے خلوص للّٰہیت کی وجہ سے اس ''مجلس دعوۃ الحق'' کو اس قدر مقبولیت دنیا میں حاصل ہے کہ آج پورے ہندوستان میں ایک سو سے زائد دینی مدارس ومکاتب براہِ راست حضرت والاؒ کی سرپرستی میں قائم ہیں، جن کے ذریعہ دعوت وتبلیغ اور احیائے سنت واعلاءِ کلمۃ الحق کی خدمت بڑے پیانے پر انجام پا رہی ہے، اس کے علاوہ ان مدارس کے کام اور حضرتؒ کی توجہ دہانی سے متاثر ہوکر جو ادارے قائم ہوئے اور چل رہے ہیں ان کی تعداد کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

اعمال واخلاق میں سنتوں کے اہتمام پر زور

خدمت قرآن وعظمت قرآن کے ساتھ ساتھ حضور اکرم ﷺ کی مبارک سنتوں کی آپ کے اندر اس درجہ محبت تھی کہ دن رات سنتوں کو عام کرنے، بدعات وخرافات کو مٹانے کی بڑی فکر لگی رہتی تھی، تقریباً ہر مجلس اور ہر وعظ میں اس پر بڑا زور دیا کرتے تھے کہ مساجد کی اذان واقامت سنت کے مطابق ہوں اپنی نمازوں کو سنت کے مطابق صحیح پڑھنے کا اہتمام کرو اور عبادات ومعاملات کے علاوہ خورد ونوش، رہن سہن، نشست وبرخاست اس طرح تمام چیزوں میں اتباع سنت پر خود بھی عمل کرتے اور دوسروں کو بھی عمل کا حکم فرمایا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ آج پوری دنیا آپ کو ''حضرت محی السنۃ'' کے پیارے لقب سے جانتی اور یاد کرتی ہے۔

جہاں تک میں نے حضرت والاؒ کو دیکھا ہے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، ہر وقت آپ کی زبان مبارک پر ایک ہی ذکر تھا وہ بس اتباع سنت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت اور تعلق پیدا کرنے والے اعمال کی

اشاعت وتربیت تھی، حضرت والاؒ چاہے مسجد میں ہوں یا مدرسہ میں یا کسی گھر میں حتی کہ سفر میں بھی کار یا ٹرین میں ہوں ہر جگہ جہاں بھی موقع مل گیا یا لوگ جمع ہیں تو میں نے دیکھا ہے کہ دعوت وتبلیغ کا یہ سلسلہ شروع ہو جاتا تھا، چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضرت والاؒ سے احیائے سنت واعلاء کلمۃ اللہ اور اصلاح امت کا عظیم کام لینا منظور تھا اس لئے آپ کے قلب وذہن میں تبلیغ حق اور اشاعت دین کا ایک مجددانہ ومصلحانہ ذوق اور تقاضا ودیعت فرمادیا تھا۔ چنانچہ حضرت والاؒ کے اندر اس دینی تڑپ اور جذبہ کا لازمی اثر سننے والوں پر یہ ہوتا تھا کہ اگر سننے والا چند منٹ بھی حضرت والا کی مبارک مجلس میں بیٹھ جاتا تھا تو وہ الحمدللہ اپنی زندگی کیلئے کچھ نہ کچھ اثر ضرور لیکر اٹھتا تھا، چنانچہ اور حضرت والا کی اس تبلیغ ودعوت اور تعلیم وتربیت سے سینکڑوں زندگیوں میں انقلاب آیا اور نہ جانے کتنے لوگوں کی کایہ پلٹ گئی؟

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را[1]

اللہ تعالیٰ حضرت والا محی السنہ علیہ الرحمۃ کے علمی دینی واصلاحی خدمات کو شرف قبولیت سے نواز کر پورے عالم میں اس کے فیض کو عام وتام فرمائے اور خلق اللہ کی اصلاح وفلاح کیلئے اس ''منبع خیر'' کا فیض جاری وساری رکھے اور ان کی مبارک خدمات کو ان کے حق میں صدقۂ جاریہ بنائے آمین۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

یہ ہمارے حضرت والا محی السنۃؒ کی یادوں کے چند مختصر ''نقوش وتاثرات'' ہیں جو حضرت والا علیہ الرحمۃ کے ایک ادنیٰ غلام کی جانب سے بطور ادائے حق نہیں بلکہ محض اعتراف حقیقت کی نیت سے لکھے گئے ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ اس ناکارہ کو نہ تحریر کی صلاحیت ہے اور نہ اس میدان کا تجربہ، اگر کوئی اہل علم یا اہل قلم میرے اس مافی الضمیر کو زیادہ وضاحت کے ساتھ لکھتے تو شاید اہل علم حضرات کے نزدیک اس مضمون کی اہمیت زیادہ ہوتی، بس اس احساس کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ اپنے جذبات کے بے ربط اظہار کے سوا

---

[1] اللہ پاک، ان پاکباز، خوشخصال عاشقوں پر رحمت وکرم نازل فرمائے۔

قارئین کو کوئی کام کی بات شاید پیش نہ کرسکا۔

صرف دو آنسو بہت تھے شرحِ غم کے واسطے

کیا خبر تھی منتظر دریا کا دریا دل میں ہے

اللہ تعالیٰ حضرت والا علیہ الرحمۃ کو مقامات عالیہ سے نوازے، ان کے قبر کو نور سے منور فرمادے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے آمین اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو میدانِ حشر میں سرورِ کونین ﷺ کے حوض کوثر پر جمع فرمائے اور جنت میں ہم سب کو آنحضرت ﷺ کی رفاقت نصیب فرمائے آمین۔

اَللّٰهُمَّ لَا تُحْرِمْنَا اَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ

اٰمِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

(اے اللہ! ان کی جدائی کے اجر سے ہمیں محروم نہ فرمایئے،

اور ان کے بعد ہمیں آزمائشوں میں مبتلا نہ کیجئے، آمین)
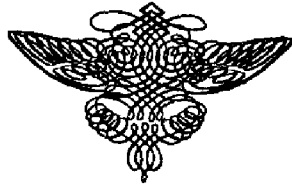
پسندیدہ اشعار

حضرت محی السنہؒ اکثر بیانوں میں بڑے سوز وگداز سے حضرت خواجہ صاحبؒ کے یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

دل میں لگا کے ان کی لو، کردے جہاں میں نشرِ ضو
شمعیں تو جل رہی ہیں سَو، بزم میں روشنی نہیں

☆☆☆☆☆☆

رستم خفتہ ہے تو، کَس بَل نہیں کچھ کم ترا
اک ذرا جاگنے کی دیر ہے، پھر ہے وہی دم خم ترا
یہ اگر ہوجائے زائل نیند کا عالم ترا
چار سو دنیا پہ لہرانے لگے پرچم ترا

☆☆☆☆☆☆

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہرحال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھ
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

☆☆☆☆☆☆

چار شرطیں لازمی ہیں استفادہ کیلئے
اطلاع و اتباع و اعتقاد وانقیاد
یہ مقفّٰی قول رنگین بھی سنگین بھی
حضرت مرشد کا یہ ارشاد رکھ تا عمر یاد

☆☆☆☆☆☆

نفع دینی دیکھ تو دنیا کی بہبودی نہ دیکھ
مرضیِ حق پر نظر رکھ اپنی خوشنودی نہ دیکھ
تو اکیلا، تیرے دشمن سینکڑوں یہ بھی نہ دیکھ
قدرتِ حق پر نظر رکھ، اپنی کمزوری نہ دیکھ

☆☆☆☆☆☆

فیضِ شیخِ کامل

مری رسوائیوں پر آسماں رویا زمیں روئی
مری ذلت کا لیکن آپ نے نقشہ بدل ڈالا
بہت مشکل تھا میرے نفس امارہ کا چت ہونا
تری تدبیر الہامی نے اس کا سر کچل ڈالا

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

Printed at AISH Offse Printers, Hyd. +91 40 24513095, 9391110835